ماہنامہ
دلیلِ راہ
لاہور

فروری 2023ء - رجب المرجب 1444ھ

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ
الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ
لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ

اے بی سی تصدیق شدہ اشاعت CPL.No:406

ماہنامہ
دلیلِ راہ
لاہور

شمارہ 02 | فروری 2023ء | جلد 31

مدیر اعلیٰ
سید ریاض حسین شاہ

مشیر ادارت
ڈاکٹر رضا فاروقی

مجلسِ اعزاز
- علامہ حافظ نور محمد بندیالوی
- محمد نواز کھرل
- سید قیصر عباس شاہ
- انجینئر سرفراز احمد ضیغم
- حافظ محمد زبیر اعوان
- ارشد محمود ارشد
- احد شریف
- شیخ محمد راشد

ادارتی معاونین
- ابومحی الدین
- ڈاکٹر منظور حسین اختر
- طالب حسین مرزا
- خادم حسین مرزا
- حافظ محمد عفان منظور

قیمت فی شمارہ
30 روپے

سالانہ خریدار بمعہ ڈاک خرچ
=/450 روپے

بیرون ملک سالانہ
150 ڈالر، 80 پونڈز

ہرچہ مردِ دربزمِ شوق آوردہ ام

1	نعت شریف	عباس عدیم قریشی	2
2	گفتنی و ناگفتنی	سید ریاض حسین شاہ	3
3	تبصرہ و تذکرہ	سید ریاض حسین شاہ	6
4	درس حدیث	حافظ تخی احمد	10
5	حضرت علی رضی اللہ عنہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب	بنتِ منظور	12
6	خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ	ذیشان کلیم معصومی	14
7	شب معراج	ابومحی الدین	17
8	تجارت اور اصول تجارت	ڈاکٹر محمد اظہر نعیم	27
9	سنابل نور	سید ریاض حسین شاہ	29
10	شب معراج (منقبت)	حکیم شہاب امروہوی	29
11	ہدیہ حروف	سید ریاض حسین شاہ	30
12	خواہش ناتمام	آصف بلال آصف	31
13	منقبت سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ	حافظ نور احمد قادری	32
14	آبادر کھے مولا خیابان دیاں پیراں نوں	ڈاکٹر منظور حسین اختر	33
15	صبح پڑھو قرآن، شام پڑھو قرآن	ماسٹر احسان الٰہی	34
16	یادیں اور باتیں	حافظ شیخ محمد قاسم	38
17	رپورٹ	ڈاکٹر منظور حسین اختر	39

رابطہ دفتر: اتفاق اسلامک سنٹر، ایچ بلاک، ماڈل ٹاؤن، لاہور فون: 0322-4301986, 042-35838038
ہیڈ آفس: ادارہ تعلیمات اسلامیہ سیکٹر نمبر 3، خیابان سرسید، راولپنڈی فون: 051-4831112
E-mail: daleelerah@gmail.com Online Edition: www.daleelerah.com

پبلشر سید ریاض حسین شاہ نے گنج شکر پرنٹرز سے چھپوا کر ماڈل ٹاؤن لاہور سے شائع کیا

سرمایۂ شعورِ تمنا

میری فصیلِ فکر و حصارِ شعور آپ
اطرافِ من بھی آپ ھیں ، نزدیک و دور آپ

اوجھل ہوں آپ گر ، مری بینائی سلب ھو
واللہ میرے دیدۂ عارف کا نور آپ

تحلیل ہوتے جاتے ہیں کون و مکاں حضور
ذاتِ احد ہے سامنے ، یا پھر حضور آپ

میری تو کائنات قدم گاہ آپ کی
بیرونِ حدِّ خلق ہیں رکھتے عبور آپ

جز آپ کے ہے ظرفِ تمنا میں اور کیا ؟
سرمایۂ شعورِ تمنا حضور آپ

میں تو خمارِ عشقِ نبی کا گدا ہوں بس
استادہ میرے در پہ ہیں کیف و سرور آپ

جچتا نہیں نظر میں کوئی اوج ، کوئی بام
آنکھوں میں ٹھہرے بن کے متاعِ غرور آپ

بندہ نواز! طیبہ ہی کہتا ہوں ایک بار
آنکھوں سے بہنے لگتا ہے ''فرقت و فور'' آپ

پاسِ ادب میں نطق تو خاموش ہے حضور
اشکوں سے کرنے لگتے ہیں جذبے ظہور آپ

چوکھٹ پہ ''سیدہ'' کی سفارش طلب ہوں میں
دیکھیں تو آکے حالِ دلِ ناصبور آپ

میں آل پر نثار ، شہا! نعل پر نثار
بندوں میں گِنیے ، رکھیۓ بھلے دور دور آپ

درماندہ و شکستہ یہی نذر لا سکا
فرمائیۓ قبول ، دلِ چور چور آپ

کہتا نہیں غزل بھی بجز اہتمام اب
جب تک کریمِ ما ! نہ ہوں بین السّطور آپ

اک بار ''عبدی'' کہہ کے بلا لیں عدیم کو
بخشیں شرف یہ بندۂ در کو ضرور آپ

مہبطِ تجلّیاتِ الٰہی کا آپ ہیں
اقصیٰ بھی آپ ، کعبہ و فاران و طور آپ

احقر الواصفین
عباس عدیم قریشی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شہر وصل کی روشنی

حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روئے انور کی زیارت سے مشرف ہونے والے ایک صحابی رضی اللہ عنہ بارگاہ قدس میں عرض گزار ہوئے:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!

میں اللہ پر سچائی کے ساتھ ایمان لایا ہوں

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''سوچ کر بولو۔۔۔!

ہر چیز کی ایک حقیقت ہوتی ہے بتاؤ! تمہارے ایمان کی حقیقت کیا ہے۔۔۔؟''

عرض کی!!!

میرا دل دنیا سے بھر گیا ہے

راتیں میری جاگ کر کٹتی ہیں

اور دن بھوک میں بسر ہو جاتے ہیں

ہاں یہ ہے کہ میں عرش الہیہ کو بے حجاب دیکھتا ہوں

مجھے نظر آتا ہے کہ اہل جنت باہم مل رہے ہوتے ہیں گویا میں دوزخیوں کو واویلا مچاتے بھی دیکھتا ہوں

ارشاد ہوا:

''تم نے جان لیا اس پر قائم رہو''۔

(اسد الغابہ تذکرہ حارث بن مالک)

یہ واقعہ جن صحابی کا ہے ان کا اسم گرامی حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ تھا۔ یہ غزوۂ بدر میں ناظر احوال تھے۔ چشمۂ آب سے تشنگی دور کرنا چاہی تو دشمن کا ایک تیر جسم میں پیوست ہو گیا۔ پانی پینے کی خواہش میں جام شہادت نوش کر لیا۔ ماں تڑپی اور جاننا چاہا کہ میرا بیٹا جنت میں جائے گا یا نہیں۔ اگر جواب نہ میں ہے تو پھر دیکھنا میں کیا کروں گی؟

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کرم نوازی سے تسلّی کی سوغات دی اور فرمایا:

''جنت صرف ایک تھوڑی ہی ہے ایک سے ایک اعلیٰ۔ حارثہ کی غمزدہ ماں تمہارا جگر پارا تو سب سے اعلیٰ جنت فردوس میں ہوگا''۔

سالکین! طالبین اور محبین!!!

اعمال کی چار صورتیں ہو سکتی ہیں:

1) صوری

2) عرفانی اور وجدانی

3) حقیقی

4) اور روحانی

اعمال اس وقت تک اعتبار نہیں پا سکتے جب تک ان کی صورت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنت کے مطابق نہ ہو جیسے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''نماز تم اس طرح پڑھو جیسے میں نماز پڑھتا ہوں''۔

عرفانی اور وجدانی عملیت سے مراد لذت اعمال ہے، کیفیت اعمال ہے، مستیِ اعمال ہے اور ذوق اور شوق ہے۔ حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ایک خاص کیفیت بیان کی گئی ہے۔ ''عرش کا بے حجاب دیکھنا''۔ اہل جنت کی ملاقاتوں کا مشاہدہ کرنا اور دوزخیوں کا واویلا سننا، کیفیت اسی وقت بنتی ہے جب بندہ دنیا سے بے نیاز ہو جائے اور دنیا دوں کو دیکھنے کے لیے اس کی آنکھیں چھوٹی ہو جائیں، یہ جبھی ہوتا ہے جب نسبت ٹھیک ہو اور اسم ذات کا ذکر رواں رواں میں گھر کر جائے۔ بندہ دنیا کے سوداگروں سے عشق کرنے کی بجائے اللہ سے عشق کرے۔

عم محترم سید عبد المنان شاہ علیہ الرحمہ فرمایا کرتے تھے:

''جس کو محبوب کے سوا سب کچھ جلانا نہیں آتا وہ اپنے ہر دعوے میں جھوٹا ہوتا ہے''۔

اعمال کی حقیقت ان کی مقبولیت ہوتی ہے اور ان کے مقاصد کی تکمیل ہوتی ہے جو کسی عمل کے ساتھ شارع نے جوڑے ہوتے ہیں۔ کہتے ہیں روشنی چراغ سے زیادہ اہم ہوتی ہے اور خوشبو نافہ ہرن سے زیادہ قیمتی ہوتی ہے۔ پھولوں کی پنکھڑیوں سے زیادہ اہم پھولوں اور گلوں کے بیج ہوتے ہیں۔ عملیت دین کی جان ہوتی ہے لیکن اس وقت جب اس میں صورت، کیفیت، حقیقت اور روحانیت کی مہک ہو۔ رہی یہ بات کہ روحانیت کیا ہوتی ہے؟ یہ عقیدے کی تازگی، عمل کی نیت، خلوص کے ابھار، حقیقت کی خوشبو اور کیفیات کی روشنی کا امتزاج ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ روحانیت حسن کے قرب اور طلب کی دیوانگی میں ملاپ کا دوسرا نام ہے۔ دین کے سچے طالب کو طبیعت سے یبوست اور پھیکا پن دور کرنا چاہیے۔

عقیدہ ٹھیک رکھنا چاہیے، منزل کا تصور واضح کر لینا چاہیے

خوشبوؤں، روشنیوں اور رحمتوں کا پرچم بردار بن جانا چاہیے

سانسوں میں محبوب کی یاد کا درد رہنا چاہیے

آنکھوں میں اشک ہائے عشق کی نمی سے بینائی تیز کرنے کا عمل جاری رکھنا چاہیے

رابطوں کی اصل ''رابطہ مع اللہ'' سب دکھوں کا علاج ہے۔

گھٹا سے رابطہ رکھا ہوا ہے
بلا سے رابطہ رکھا ہوا ہے
ابھی تک ناچتا ہے مور بَن میں
پیا سے رابطہ رکھا ہوا ہے
گرفت گل میں خوشبو ہے نہ شبنم
صبا سے رابطہ رکھا ہوا ہے

منظر سے معذرت کے ساتھ مسلک سالکاں کے آہنگ پر بات ختم کروں گا:

عدو کی نظر ہو اور دل نشانہ
اپنے خدا سے رابطہ رکھا ہوا ہے

اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ

سید ریاض حسین شاہ

حرف حرف روشنی

سید ریاض حسین شاہ

سید ریاض حسین شاہ قرآن مجید وفرقان حمید کی تفسیر ''تبصرہ'' کے عنوان سے تحریر کر رہے ہیں۔ ان کا اسلوب نگارش منفرد اور دیگر مفسرین سے مختلف بھی ہے اور دلچسپ بھی۔ انداز بیان سادہ اور دلکش ہے جس میں رموز ومعانی کا سمندر موجزن ہوتا ہے۔ ذیل میں ہم قارئین کی دلچسپی کے لیے سورۂ آل عمران کی آیت نمبر 138 تا 140 کی تفسیر پیش کر رہے ہیں۔ (ادارہ)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝١٣٨
وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ
مُّؤْمِنِيْنَ ۝١٣٩ اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ
الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ؕ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ
النَّاسِ ۚ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ
شُهَدَآءَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۝١٤٠

''یہ لوگوں کے لیے بڑی واشگاف وضاحت ہے اور تقویٰ داروں کے لیے ہدایت اور نصیحت ہے اور نہ کم ہمت ہو اور نہ غم کھاؤ اگر تم ایمان رکھتے ہو تو پھر تم ہی غالب آؤ گے اگر پہنچ جائے تمہیں کوئی زخم تو اس قوم کو بھی اس کی مثل زخم پہنچا ہے اور یہ دن ہم لوگوں کے درمیان پھیرتے رہتے ہیں تا کہ پہچان کرائے اللہ ایمان لانے والوں کی اور بنائے تم میں سے شہید اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا''۔

هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝١٣٨

''یہ لوگوں کے لیے بڑی واشگاف وضاحت ہے اور تقویٰ داروں کے لیے ہدایت اور نصیحت ہے''۔

قرآن مجید کی یہ آیت دو تحفوں اور ہدیوں کا اعلان کرتی ہے: ایک تحفہ اور ہدیہ عام انسانوں کے لیے ہے اور دوسرا تقویٰ والوں کے لیے ہے۔ یہ اسلوب واشگاف طریقے سے اس حقیقت کو آشکار کر دیتا ہے کہ قرآن سے ہر شخص مستفید ہو سکتا ہے اور اس چشمۂ صافی کا فیض عالم انسانیت اور عالم محمدیت سب کے لیے ارزاں ہے، حیات بخش ہے اور رواں دواں ہے۔ ہر تر جگر رکھنے والا اس دوائے شفا بخش سے امراض کا علاج تلاش کر سکتا ہے۔ یہ آیت بتاتی ہے کہ قرآن انسانیت کے لیے دور رس تبدیلی کا پیام ہے۔ صرف توجہ اور یکسوئی کی ضرورت ہے۔ قرآن حکیم ایک شفیق معلم کی طرح ہر بات پوری وضاحت کے ساتھ سمجھاتا ہے۔ جہاں یہ بات خوشبو کی طرح انسانی سانسوں میں مہکائی گئی ہے وہاں قرآن مجید ناصحانہ اسلوب میں اس حقیقت کا اظہار بھی کر دیتا ہے کہ قرآنی عبرتوں، نصیحتوں اور ہدایتوں سے مستفید متقی لوگوں کا قافلہ ہی ہو سکتا ہے۔ طبیب کی دوا سے فیض یاب ہونے کے لیے اس کے طریق علاج پر اعتماد اور یقین کا ہونا بھی ضروری ہوتا ہے۔ قرآنی سچائیوں اور حقیقتوں سے نفع یابی بھی یقین وتسلیم کے ساتھ جوڑ دی گئی ہے، مقفل دروازے کو کھولنے کے لیے جیسے کنجی ضروری ہوتی ہے ایسے ہی قرآنی نصیحتوں سے روشنی، نور، برکت اور خوشبو حاصل کرنے کے لیے تقویٰ ضروری ہوتا ہے۔

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝١٣٩

''اور نہ کم ہمت ہو اور نہ غم کھاؤ اگر تم ایمان رکھتے ہو تو پھر تم ہی غالب آؤ گے''۔

آیت فہمی کے لیے ہم دس فکری بنیادیں قائم کرتے ہیں:

1۔ وھن کیا چیز ہے؟
2۔ حزن سے کیا مراد ہے؟
3۔ ''الْاَعْلَوْنَ'' کا تفسیری اطلاق کیا ہو سکتا ہے؟
4۔ ایمان کا صلاحیت سازی میں روحانی کردار کیا ہوتا ہے؟
5۔ آیت کا شان نزول مفسرین نے کیا لکھا ہے؟
6۔ شخصی اور اجتماعی کمزوریاں دور کرنے کے لیے منصوبہ بندی کیونکر ممکن ہے؟
7۔ محبت کی ایک خاص جہت؟
8۔ کیا شخصی فعالیت میں روحانیت کا کردار ممکن ہو سکتا ہے؟
9۔ قرآن فہمی کے لیے ماحول فہمی کا ضروری ہونا کس قدر ضروری ہوتا ہے؟
10۔ ''متعین اہداف'' کی تاریخی جدوجہد میں اہمیت کتنی ہوتی ہے؟

☆ پہلی بحث

''تَهِنُوْا'' ''وھن'' سے ہے۔ تخلیق، معاملہ، عمل، منصوبہ بندی، نتیجۂ اعمال، نظریہ، کوشش اور جستجو میں کمزوری، سستی اور بدنمائی آجانا۔ ''واھن'' اس آدمی کو کہہ دیتے ہیں جو کام اور معاملہ میں کمزور ہو۔ پولیو یا کسی دوسری بیماری کی وجہ سے بدن کا لاغر اور سست ہو جانا ''موھون'' ہونا ہوتا ہے۔ ''وَلَا تَهِنُوْا'' کا مفہوم یہ ہو گا کہ مسلمانوں کے اندر کسی بھی قسم کی کمزوری نہیں ہونی چاہیے۔ ان کی عقل وفکر قائم ہونی چاہیے۔ بدنی صحت کا معیار بلند اور مضبوط ہونا چاہیے۔ علم وبصیرت کی روشنی ستاروں کی مانند ہونی چاہیے۔ خیال ہے سیرت، اخلاق اور کردار میں بھی کمزوری نہ ہونے کا سبق بھی آیت میں موجود ہے۔ واللہ اعلم

☆ دوسری بحث

''حزن'' کیا ہے؟ تاج العروس نے لکھا کہ سخت پتھریلی زمین ''الحزن'' ہوتی ہے۔ ابن فارس نے لکھا کہ ''حزن'' لفظ میں سختی اور شدت اضطراب کا معنیٰ پایا جاتا ہے۔ وہ غم جو کسی حادثہ کی وجہ سے پیدا ہو وہ ''حزن'' کہلاتا ہے۔

لغات القرآن کے مؤلف نے لکھا کہ کسی نقصان سے پہلے جو ڈر ہوتا ہے وہ خوف ہوتا ہے اور نقصان کے بعد جو غم ہوتا ہے وہ ''حزن'' کہلاتا ہے۔

یہ بھی لکھا گیا ہے جو ڈر اپنے بارے میں ہو وہ خوف کہلاتا ہے اور جو اندیشہ دوسروں کے بارے میں ہو وہ ''حزن'' کہلاتا ہے۔ راغب اور تاج نے لکھا کہ معاشی استیصال کا ڈر ''حزن'' ہوتا ہے اور یہ بھی کہا گیا کہ روحانی استدراج کے اندیشوں سے خود کو بچانے کی احتیاط ''حزن'' کہلاتی ہے۔ یہ جملہ بھی ''سرد لبراں'' کا پسند آیا ''محبوب کو پانے کے لیے روح میں میٹھی سی بے سکونی حزن کہلاتی ہے''۔ راغب اصفہانی کا یہ قول اچھا لگا ہے: وہ لکھتے ہیں کہ قرآن حکیم میں جہاں ''لَا تَحْزَنُوْا'' کہا گیا ہے وہاں یہ معنیٰ نہیں کہ فکر مت کرو، اس لیے کہ فکر پر انسان کو اختیار نہیں ہوتا، مقصود اس سے یہ ہوتا ہے کہ تم لوگ وہ اسباب نہ پیدا ہونے دو جن سے ''حزن'' پیدا ہوتا ہیں۔ معاشی پریشانیاں اکثر سستی، فارغ البالی اور بے توجہی سے پیدا ہوتی ہیں۔ یہ معنیٰ اچھا ہے کہ ''لَا تَحْزَنُوْا'' یعنی معاشی معاملات میں فکر مندمت ہو، توکل اور ایمان مضبوط کر کے جدوجہد جاری رکھو سربلندیاں خود تمہارا استقبال کریں گی۔

☆ تیسری بحث

''اَلْاَعْلَوْنَ'' کی بحث؟ یہ جملہ حالیہ ہے۔ مفسرین نے لکھا کہ مفہوم عبارت یہ ہے کہ مسلمانو! تم گھبراؤ نہ، کمزور نہ ہو اور ملال میں مبتلا نہ ہو تمہارا حال کافروں سے اعلیٰ اور بلند ہے، تم دشمن کو ان کی نسبت زیادہ نقصان پہنچا چکے ہو اور تمہیں اللہ کی طرف سے یہ یقین بھی حاصل ہے کہ غلبہ تمہارا ہی مقدر ہے، جس نظریہ کی خاطر تم لڑے ہو اس نظریہ کا پرچم دنیا کی کوئی قوت سرنگوں نہیں کر سکتی۔

☆ مفسرین نے مسلمانوں کے غلبہ کی دوسری وجہ یہ لکھی کہ مسلمانوں کا قتال و جہاد اللہ کی رضا کی خاطر ہوتا ہے اور کافروں کی جنگ شیطان کے لیے ہوتی ہے۔ مومن اگر جہاد میں قتل کر دیا جائے تو وہ شہید ہوتا ہے، اسے مردہ کہنا بھی روا نہیں ہوتا بلکہ مردہ گمان کرنا بھی درست نہیں ہوتا، یہ سربلندی نہیں تو اور کیا ہے؟ درجات کی یہ رفعت ایمان ہی کی برکت سے ملتی ہے۔

☆ مفسرین نے علو کا تیسرا سبب یہ لکھا ہے کہ مسلمانوں کا دین حق ہے اور کافروں کا نظریہ باطل ہے۔ مسلمان حق کے لیے لڑتا ہے اور کافر باطل کے لیے لڑتا ہے، اس لیے بلند وہی ہوتا ہے جس کا دین بلند اور اعلیٰ ہوتا ہے۔

☆ چوتھی وجہ خوبصورت اور محکم دلائل کے ساتھ دین کا وابستہ ہونا ہے چونکہ تمسک دین کے بلند دلائل ایمان والوں کے ہوتے ہیں اس لیے ''اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ'' کا انعام بھی مسلمانوں کے لیے ہے۔

☆ پانچویں توجیہہ یہ کی گئی کہ آخرت میں انجام مسلمان ہی کا صحیح اور خوبصورت ہوگا اس لیے سربلند بھی مومن ہی ہو سکیں گے۔

علامہ فخر الدین رازی کے الفاظ خوبصورت ہیں:

''مسلمانو! تمہارے ''اَلْاَعْلَوْنَ'' ہونے کا مطلب یہ ہے کہ قوت، مضبوطی اور طاقت تمہاری ہی طرف لوٹ کر رہے گی، اس شرط کے ساتھ کہ تم اپنے ایمان کی حفاظت استقامت کے ساتھ کرو گے''۔

آیت کا شان نزول

آیت کے شان نزول میں مفسرین نے تین روایات نقل کی ہیں:

☆ پہلی روایت یہ ہے کہ غزوۂ احد میں ستر کے قریب صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم شہید ہو گئے۔ زخمی ہو جانے والے اصحاب کی تعداد اس کے علاوہ تھی۔ اس صورت حال میں اضطراب اور پریشانی فطری عمل تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی تسلی اور دل جمعی کے لیے یہ آیت نازل فرمائی۔

☆ دوسری روایت یہ ہے کہ خالد بن ولید نے جب اپنے سپاہ کے ساتھ مسلمانوں کی عقبی جانب سے حملہ کر دیا تو مسلمانوں کو نقصان اٹھانا پڑا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

☆ تیسری روایت درمنثور کی ہے، سیوطی لکھتے ہیں کہ غزوۂ احد میں گھاٹی والے لوگ جب مال غنیمت کے لیے نیچے اترے، فرمانِ رسول کی مخالفت ہو گئی، اس پر وقتی طور پر پسپائی سے مسلمانوں کو نقصان ہوا۔ عین لڑائی کے وقت یہ مشہور ہو گیا کہ رسالت مآب ﷺ شہید ہو گئے ہیں، اس پریشانی میں مسلمانوں کی ڈھارس بندھانے کے لیے یہ کلام نازل ہوا۔ واللہ اعلم

کمزوریوں کا ازالہ

آیت میں شخصی، اجتماعی اور جماعتی کمزوریاں دور کرنے کے لیے ایک ہی نقطہ پر زور دیا گیا ہے کہ روحانی اور مذہبی زندگی کی مرکزی چیز تربیت ایمانی ہوتی ہے۔ وہ طبقات جو ایمان اور اسلامی اعمال کو اہمیت نہیں دیتے وہ اندر سے کمزور ہو جاتے ہیں۔ مسلمانوں کو اپنی اور آئندہ آنے والی نسل کی تربیت ایمان ہی کی بنیاد پر کرنی چاہیے۔

محبت کا ایک جمالیاتی نکتہ

اہل محبت کے جنونِ توحید کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ ان کے سجدے خود داریوں کے خول میں بند نہیں ہوتے اور وہ اللہ کے سامنے بے نیازیوں کا اظہار نہیں کرتے، ان کا ہر تڑپتا سجدہ ''سبحان ربی الاعلی'' کے ذکر کا خروش لیے ہوتا ہے۔ مسلمانوں کا قلبی، روحی اور لسانی ذکر اللہ اکبر بھی ہے اور اعلیٰ بھی ہے۔ تسلیم و رضا خوبصورت جلوہ ہوتا ہے کف خاک ''رب الافلاک'' کی توہین نہیں کرتا، یہ کجا اور وہ کجا، صرف محبت کی جنت میں اداؤں اور عطاؤں کا میلہ لفظوں میں لا رہا ہے۔ اللہ گستاخی بے باکی سے محفوظ رکھے بندہ خدا کو کہتا ہے ''میرا ربّ اعلیٰ ہے''۔ اللہ قرآن میں بندے کو تسلیم کی سند دیتے ہوئے فرماتا ہے: ''وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ، اور تم سب اعلیٰ ہو''۔ یہ شرک نہیں بلکہ خودی کا چھلکتا جام ہے۔ جہاں الفاظ و اذہان لرز جاتے ہیں۔ ''رانجھا رانجھا کردی میں آپے رانجھا ہوئی'' کہا جا سکتا ہے۔ اللہ، اللہ ہو کر اعلیٰ ہے اور بندہ بندگی میں اعلیٰ ہے تفاوت اللہ سے معافی کا طلبگار شوخی نہیں پیار کر رہا ہے۔ اللہ ڈنڈے پڑنے سے بچائے، وہی اکبر ہے اور وہی اعلیٰ ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔

فعالیت کردار کا مسئلہ

روحانی دنیا میں تین چیزیں بڑی اہم ہوتی ہیں:

''حسن نظریہ سرمایہ ہوتا ہے، اس کی حفاظت میں جانوں کا نذرانہ بھی پیش کیا جا سکتا ہے۔ ''حسن عمل''، محبوب کے احکام کی مالا ہوتی ہے جسے بغیر سستی کے نبھانا پڑتا ہے۔ حسن طلب اور حسن عشق روحانیت کا روحانی آتشکدہ ہے جس کی آگ عاشق ٹھنڈی نہیں ہونے دیتا''۔

یہ تینوں چیزیں حاصل ہو جائیں تو آدمی کہہ سکتا ہے کہ وہ روحانی ہے۔

حلفاً کہتا ہوں:

''کردار اور اخلاق میں فعالیت اسی دنیا سے چلنے والی نسیم راحت کی مرہون منت ہوتی ہے''۔

ماحول فہمی اور قرآن فہمی

قاریٔ قرآن کے لیے انتہائی ضروری ہے کہ ماحول فہمی کرے جیسے آیت سمجھنے کے لیے شان نزول ضروری ہوتا ہے ایسے ہی قاریٔ قرآن کے لیے اپنا ماحول سمجھنا ضروری ہوتا ہے۔ یہ تدبر مل جائے تو اسلام کی تبلیغ اپنے حقیقی جامے میں نظر آسکتی ہے۔

ایک اہم بات

قرآن حکیم کا وہ خطبہ جو اس وقت چل رہا ہے اس کے عمیق مطالعہ کے بعد اسوۂ رسول ﷺ کی ایک جھلک دیکھی جاسکتی ہے کہ آپ نے اپنا مسترشدین کا قافلہ بے جہت، بے مقصد اور بے ہدف نہیں چلایا۔ آپ کے ہر اقدام کے متعین اہداف ہوتے تھے جن تک رسائی کی جدوجہد کی جاتی۔ اُمت مسلمہ کا ہر فرد عموماً اور خانقاہی جہاں میں حدی خوانی کا فریضہ سرانجام دینے والے خصوصاً اور محراب نشین اگر اس کو ہماری شوخی اور بے باکی تصور نہ کریں تو وہ بھی زندگی میں مقصد دینی کا صفحہ تلاش کر کے اپنے حصہ کی عملی اور تحریکی تاریخ رقم کرنے کی کوشش فرمائیں، حالات سدھرنے کی طرف بڑھ سکتے ہیں۔ واللہ اعلم

اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ؕ وَ تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ يَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۰﴾

''اگر پہنچ جائے تمہیں کوئی زخم تو اس قوم کو بھی اس کی مثل زخم پہنچا ہے اور یہ دن ہم لوگوں کے درمیان پھیرتے رہتے ہیں تاکہ پہچان کرائے اللہ ایمان لانے والوں کی اور بنائے تم میں سے شہید اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا''۔

قرآن مجید کی اس آیت کو سمجھنے کے لیے نور کی پانچ شعاعیں ہیں جو قلب و روح کو منور کرتی ہیں اور اللہ کی بندگی راہ حق میں خوشیوں اور حسن تربیت کے مواقع پاکر جھوم جاتی ہے:

☆ پہلی شعاع

مسلمانوں کو سمجھایا جا رہا ہے کہ جیسے تم لوگوں نے غزوۂ احد میں زخموں کی تکلیف جھیلی ہے تمہارے دشمن نے بھی تو بدر میں زخم سہے ہیں۔ وہ کافر ہونے کے باوجود اپنی بھر بھری اور پست دنیا کی حفاظت کے لیے ڈٹے ہوئے ہیں۔ تمہیں اپنی تربیت میں خیالات اور افکار کی ان فضیلتوں اور حقیقتوں کو فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ عقیدے کی بلندی، ایمان کی حقیقت، نور نبوت کی ضیا، ماحول کی خوشبو، مرکز ایمان کی صحبت، وحی کا ہبوط و نزول، فرشتوں کی پشت پناہی اور قرآن و سنت کی رہنمائی ایسی روحانی اور عملی سوغاتیں میسر ہیں، تمہیں ان لوگوں سے زیادہ فعال، مستعد اور جفاکار ہونا چاہئے اور راہ حق میں قربانیوں کی تاریخ رقم کرنی چاہیے۔ نفسیاتی حقیقتیں فراموش نہیں کی جاسکتیں۔ اللہ کی رضا جوئی کے لیے عقابوں اور شاہینوں کو اپنی روحانی نذروں کو پورا کرنے کے لیے روبہ جہاد رہنا چاہیے۔

☆ دوسری شعاع

''ایام، یوم'' کی جمع ہے۔ لوگوں کی کامیابی کے زمانے کو بھی ایام کہا جاتا ہے اور حوادث اور واقعات کی تاریخ بھی ایام کہلاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کی فکری، عملی اور روحانی تربیت کے لیے تاریخ کو پستیوں اور عروج سے دوچار کرتا رہتا ہے۔ قومیں کبھی محنت اور مشقت سے بام عروج پر جا پہنچتی ہیں اور کبھی ان کی عملی اور اعتقادی رذالتوں اور ذلتوں کی وجہ سے انہیں قعر مذلت میں پٹخ دیا جاتا ہے۔ فتوحات اور ناکامیوں کے دن پھرتے رہتے ہیں۔ مسلمانوں کو اصل میں ہمت کے پروں پر بٹھا کر محو پرواز کیا جا رہا ہے کہ کسی ایک میدان میں تھوڑی دیر کی پسپائی سے دل چھوڑ نہیں جانا چاہیے بلکہ آگے بڑھنے کی فکری منزل کی طرف رواں دواں رہنا چاہیے انسانی زندگی میں تلخ و شیریں حالات آتے رہتے ہیں۔ روحانی ثمرات کے حصول کے لیے عملی جدوجہد جاری رہنی چاہیے۔ آیت میں ایام کا لوگوں میں گھومتے رہنا، اسلام کی ابدی فضیلت اور حریّت کی طرف اشارہ کرنے والا سبق ہے کہ تاریخ اپنی راہوں کو بھولتی نہیں، وہ جہاں سے ایک بار گزرے دوبارہ ضرور اسی نکتہ سے ہو کر پرواز کرنے والی حقیقت ہے۔ کامیابیوں کو شوخیوں کا میلہ بھی نہیں بننا چاہیے اور ناکامیوں کو دائمی نوحہ کا آنسو بھی نہیں بن جانا چاہیے۔ تاریخ آتی بھی ہے اور جاتی بھی ہے، تاریخ ابھرتی بھی ہے اور دبتی بھی ہے اور تاریخ روتی بھی ہے اور مسکراتی بھی ہے، کبھی یہ دھکے بھی دیتی ہے اور کبھی بادِ نسیم کے جھونکوں کی طرح سکون کی سوغات بھی عطا کر دیتی ہے، یہ بے رحم جلاد بھی ہے اور شفیق ماں ہونے کا اعزاز بھی رکھتی ہے۔ تاریخ بے پرواہ معلم بھی ہے اور بے نیاز باپ بھی ہے۔ یہ کسی کے قابو میں نہ آنے والا شعلۂ برق بھی ہے اور فضائے کردار میں کڑکنے والا صاعقۂ بے اجل بھی ہے۔ بات تو اس کے فیصلوں کے سمجھنے کی ہے۔ کم از کم مسلمانوں کو اس کی جوگیوں والی پھیری کا راز سمجھنا چاہیے، یہ عبرتوں کے سنک بجاتی رہتی ہے۔

☆ تیسری شعاع

تاریخ لوگوں کے تشخص کو ضرور ممیز کر کے چھوڑتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا امتیاز، وہ خود نہ بھی چاہیں تو ضرور قائم فرماتا ہے۔ بلال رضی اللہ عنہ کو زنجیریں پہنانے والوں نے پہنا دیں لیکن اس کا خلوص دل اس کی اذان بن کر قیامت تک گونجتا رہے گا۔ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکومت قویہ کے عاشقین نے کمزور کرنا چاہا لیکن اس کی حکمتِ قویہ ہواؤں فضاؤں میں چھا گئی، یہ امتیاز کون قائم کرتا ہے۔ یہ آیت بتاتی ہے یہ اللہ ہی ہے جو علم کو علم بنا دیتا ہے اور مجہول کو معروف بنا دیتا ہے۔ حق کی قسم طاقت کے بل بوتے پر خانوادۂ حسینیہ کو زیرِ زمین دفنا دینے والے ان کے دستورِ حق ''قرآن'' کو نہ دبا سکے۔ شہیدوں کے سر سے قرآن کی آواز گونجتی رہی۔ منصور کو آگ لگا دینے والے مفتی اس کی خاکستر سے ''انا الحق'' کی صدا بند نہ کر سکے۔ لاکھوں قدسیوں کو تہِ تیغ کر دینے والا حجاج مردود روحوں کی آواز نہ بن سکا لیکن حسن بصری کے سینہ سے نکلنے والی ہوک غریب نواز، نظام، فرید ایسے لاکھوں موتیوں کی چمک بن گئی۔ قرآن مجید کہتا ہے ''وَلِيَعْلَمَ'' اس نے پہچان کرانی ہی کرانی ہے۔ ایمان، کردار، تقویٰ اور جہد و ہمت کے رنگوں نے نکھرنا ہی نکھرنا ہے اور یہ سب کچھ اللہ کرتا ہے ''ایمان والوں کی بڑی شان ہے''۔

لاریب شانوں اور فضیلتوں کے یہ تارے آسمان رفعت پر سدا دمکتے رہیں گے۔

☆ چوتھی شعاع

زندگی تو بس دکھ سکھ کی کہانی ہے جس نے روہنس کے گزر ہی جانا ہے:

کلیاں	چٹکیں	غنچے	مہکے
رنگ	برنگے	پنچھی	چہکے
اپنی	اپنی	باتیں	کہہ کر
کون	بتائے	کہاں	گئے ہیں

لیکن کچھ لوگ ایسے ضرور ہوئے ہیں کہ مقدس امانتوں کا مفہوم سمجھتے ہیں اور اہداف حیات پر نچھاور ہو جانا ان کے نزدیک بڑی اور برتر فضیلت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کا انتخاب شروع ہی سے کر رکھا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ ارشاد فرمایا کہ میدان اُحد میں جو کچھ ہوا یہ روحانی حکمت بندی کا حصہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں موقع دیا تھا کہ تم لوگ قربانیاں پیش کرو اور شہادتوں کا میٹھا اور رسیلا جام پی لو۔ دین مفت میں نہیں مل گیا یہ قربانیوں اور شہادتوں کی رت بنانے ہی سے مقدر بنا ہے۔ شہادت کے لیے تڑپنے والے ہی وہ عظیم الشان لوگ ہوتے ہیں جو زمین پر محبت الٰہیہ کی گواہیاں قائم کرتے ہیں اور مقصد کو سمجھنے والے ہی حسن و محبت کا سحر جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ''حمزہ و مصعب'' کے لیے خونی ردا کا انتخاب تاریخ مٹانے کے لیے نہیں کیا تھا جنت سجانے کے لیے کیا تھا، ''حسین کے کنبے کے کنبے'' کو ''بروبحر'' کی مانگ پر کفِ خاک کی صورت نذر نہیں کیا معنیٰ شہادت سمجھایا ہے کہ جنت کے شہزادوں کو اس راہ سے بھی گزرنا پڑتا ہے۔

☆ پانچویں شعاع

اور اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ہے
اللہ کی ایک صفت عدل ہے وہ عدل ہی کو پسند کرتا ہے
ظلم گندے لوگوں کے گندے ضمیر کا پسینہ ہوتا ہے
ظلم میلے لوگوں کی روح کی کربناک چیخ ہوتی ہے

اور
ظلم خبیث تخلیق کا آتشیں دھواں ہوتا ہے
قسم عدالت اور عدل کی !!!!!
ظلم شہوانی نفوس کی گناہ آلودرات ہوتی ہے
میلی چیخ !!!
گندی شہوت !!!
خمیدہ خواہش !!!
اُبلتا گند !!!
فرعونیت، نمرودیت، ھامانیت اور یزیدیت
ہر گند کا دوسرا نام ظلم ہوتا ہے
دولت کا نشہ !!!
عیاشیوں کی جھنکار !!!
دامن ہوس کی شوخی !!!
حرص و طمع کی لہر سوزاں !!!
غرور و طمع کا تباہ کن ہنگامہ ہے !!!
اور ظلم دوزخ کے شعلوں سے جھومتا نشہ !!!
زندگی کے خونچکاں سمندر میں تھپیڑا !!!
کبھی غفلت
کبھی تغافل
کبھی خون

اور
کبھی جنون اقتدار !!!
اُمنگوں کی بے چین ٹوٹتی ڈالی !!!
حق کو دبانے کا اونگھتا مکر !!!
صدق نا آگاہ علم
آوارہ و دولت مست ساز
مچلتا گناہ !!!
تھرکتی خطا !!!
لچکتی لغزش !!!
لہکتا دامن عصیاں شعار !!!
بوجھل نگاہ !!!
گھمبیر نیند
بدکاری، سیہ کاری، گناہ گاری، خطا کاری اور جفا کاری سب ظلم ہی کی نا روا صورتیں ہیں۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
''اور اللہ ظلم کو پسند نہیں کرتا''۔
واللہ اعلم

عزیزوں، دوستوں اور قریبیوں کی غلطیوں سے برہم نہیں ہونا چاہیے، ان سے انتقام لینے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔ ہم بعض اوقات اصلاح کی کوشش کرتے کرتے خود جنگ عظیم کا حصہ بن جاتے ہیں۔ لوگوں کو ان کی ذات کے اندھیروں سے نکلنے کے لیے کشادہ راستہ دکھانا پڑتا ہے، اگر کوئی شخص اپنے قریبی لوگوں میں محبوب بن کر جینا چاہے تو اس کے لیے ذہنوں، دلوں اور رویوں میں محبت کی مٹھاس بھرنی پڑتی ہے۔ (گفتنی و ناگفتنی سے ایک اقتباس)

منجانب: محمد بن احمد ریاض سنٹر، کریم پارک، لاہور

حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کی ایک انفرادی شان

حافظ سخی احمد

أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى

''علی مجھ سے ایسے ہی ہے جیسے موسیٰ کے لیے ہارون''

غزوۂ تبوک بھی اُن معرکوں میں سے ہے ایک جو رسول اللہ ﷺ کو اپنی ظاہری حیات کے آخری ایام میں پیش آئے۔ 9 ہجری میں آقا کریم ﷺ نے یہ اطلاع موصول ہونے پر کہ رومی مسلمانوں پر حملہ کی تیاری کر رہے ہیں۔ دفاعی حکمت عملی کے تحت اُن کی طرف پیش قدمی کا ارادہ فرمایا۔ اس موقع پر منافقین کا رویہ کیا تھا اور مخلص وفادار مسلمان بھی جن معاشی پریشانیوں کے شکار تھے۔ نیز جو ذہنی الجھنیں مسلمانوں کو درپیش تھیں۔ ان تمام باتوں کا ذکر قرآن مجید کی سورۂ توبہ میں موجود ہے۔ یہی وہ واحد جنگی موقع ہے جس پر مولا علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم کو مدینہ میں ہی بطور جانشین رسول رکنے کا حکم ملا۔ مولا علی رضی اللہ عنہ وہ شجیع اور بہادر تھے جن کی ضربِ حیدری کا وار بدر و اُحد و خندق و خیبر ہر ایک مقام پر ساری مخلوقات و کائنات پر عیاں ہو چکا تھا۔

اصل میں ماجرا یہ تھا کہ منافقین نے رسول اللہ ﷺ کی عدم موجودگی میں مدینہ میں رہ جانے والے مسلمانوں کے اہل و عیال کو نقصان پہنچانے کا منصوبہ بنایا تھا اور اللہ کے محبوب ﷺ کو اس کی خبر مل گئی تھی۔ اُن کے منصوبے کو ناکام بنانے کے لیے ہی مولا مرتضیٰ علی علیہ السلام کو مدینہ میں رکنے کا حکم دیا۔ جب منافقین کو یہ اطلاع ملی تو انہوں نے ایک منصوبے کے تحت یہ افواہ پھیلانے کی کوشش کی کہ رسول اللہ ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ناراض ہو گئے ہیں۔ اسی لیے ساتھ لے کر نہیں جا رہے ہیں۔ مولا علی رضی اللہ عنہ کا دل تو اللہ رب العالمین نے پہاڑوں سے بھی مضبوط بنایا مگر رسول اللہ ﷺ کی ناراضی کا شبہ ہونے پر بھی آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اور سید الانبیاء والمرسلین کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے۔ رحمت اللعالمین لجپال اور کریم آقا ﷺ نے اپنے محبوب اور دلبر علی رضی اللہ عنہ کو تسلی بھی دی اور شان مرتضیٰ کو بیان بھی کیا۔ واضح کر دیا کہ میں علی سے ناراض بھی نہیں ہوں اور علی مجھ سے جدا بھی نہیں ہے۔ علی تو مجھ سے ہے اور اس بات کی طرف بھی اشارہ تھا کہ علی کو چھوڑ کر اس لیے بھی جا رہا ہوں کہ فراستِ مصطفےٰ ﷺ سے یہ چھپا تو نہیں ہو سکتا کہ تبوک میں کوئی جنگی معرکہ نہیں ہونے والا تھا۔ رومی ڈر کر ہی میدانِ جنگ چھوڑ کر بھاگ گئے۔

بخاری شریف سے روایت پیش خدمت ہے:

عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ:

حضرت مصعب بن سعد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ إِلَى تَبُوكَ،

کہ رسول اللہ ﷺ جب تبوک کے لیے روانہ ہونے لگے

وَاسْتَخْلَفَ عَلِيًّا،

اور مدینہ میں خلیفہ و جانشین علی رضی اللہ عنہ کو بنایا

فَقَالَ: أَتُخَلِّفُنِي فِي الصِّبْيَانِ وَالنِّسَاءِ؟

تو حضرت علی نے عرض کی کہ کیا آپ ﷺ مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑ کر جا رہے ہیں؟

قَالَ: أَلَا تَرْضَى

رسول اللہ ﷺ نے جواباً ارشاد فرمایا: اے علی! کیا تم اس بات پر راضی و خوش نہیں ہو

أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ، مِنْ مُوسَى

کہ تم میرے ساتھ ایسے ہی ہو جیسے حضرت ہارون حضرت موسیٰ علیہما السلام کے ساتھ

إِلَّا أَنَّهُ لَيْسَ نَبِيٌّ بَعْدِي

سوائے اس بات کے کہ میرے بعد کوئی اور نبی نہیں

صحیح مسلم کی روایت کے الفاظ بھی ملاحظہ فرمائیں:

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ:

رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى،

تم میرے لیے بالکل ویسے ہی ہو جیسے ہارون موسیٰ علیہما السلام کے لیے تھے

إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي

مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

قَالَ سَعِيدٌ: فَأَحْبَبْتُ

سعید بن مسیب نے کہا: میں نے چاہا

أَنْ أُشَافِهَ بِهَا سَعْدًا

کہ یہ بات میں خود حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنوں

فَلَقِيتُ سَعْدًا

تو میں حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا کر ملا

فَحَدَّثْتُهُ بِمَا حَدَّثَنِي عَامِرٌ،

اور جو حدیث مجھے عامر نے سنائی تھی، ان کے سامنے بیان کی

فَقَالَ: أَنَا سَمِعْتُهُ،

انہوں نے کہا: میں نے (آپ ﷺ سے خود) یہ بات سنی تھی

فَقُلْتُ أَنْتَ سَمِعْتَهُ؟

میں نے عرض کی کہ کیا آپ نے خود سنی تھی؟

فَوَضَعَ إِصْبَعَيْهِ عَلَى أُذُنَيْهِ

تو انہوں نے اپنی انگلیاں اپنے دونوں کانوں پر رکھیں

فَقَالَ: نَعَمْ، وَإِلَّا، فَاسْتَكَّتَا

اور کہنے لگے: ہاں، ورنہ (اگر یہ بات نہ سنی ہو) تو ان دونوں کو سنائی نہ دے۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنی نسبت، رشتہ اور محبت کو حضرت ہارون و موسیٰ علیہما السلام کے رشتہ و محبت سے دی اور استثنا صرف اس بات کا فرمایا کہ میرے بعد کوئی اور نبی نہیں ہے۔ اب سمجھنے کی ضرورت ہے کہ حضرت سیدنا ہارون علیہ السلام کو حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کیا کیا نسبتیں اور محبتیں تھیں کہ جن کی عکاس یہ حدیث منزلت ہے۔

ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہیں

اور حضرت مولا مرتضیٰ علیہ السلام محبوب رب العالمین مصطفےٰ کریم ﷺ کے ویر اور بھائی ہیں

علی ورگا زمانے تے کوئی پیر وکھا مینوں
علی باجھ محمد دا کوئی ویر وکھا مینوں

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ رب العالمین سے یہ دُعا مانگی تھی کہ حضرت ہارون کو میرا وزیر بنادے۔ جس کا ذکر قرآن مجید کی سورۃ طٰہٰ میں موجود ہے

وَاجْعَلْ لِي وَزِيرًا مِنْ أَهْلِي (29) هَارُونَ أَخِي (30) اشْدُدْ بِهِ أَزْرِي (31) وَأَشْرِكْهُ فِي أَمْرِي (32) كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيرًا (33) وَنَذْكُرَكَ كَثِيرًا (34)

"اور میرے گھر والوں میں سے میرا وزیر بنادے۔ میرا بھائی ہارون کہ اُس سے میری کمر مضبوط کردے اور اُسے میرے کام میں شریک کردے تاکہ ہم کثرت سے تیری تسبیح کریں اور بہت زیادہ تیرا ذکر کریں"۔

اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے لیے بھی رسول اللہ ﷺ نے انہیں الفاظ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا کی

جسے فضائل الصحابہ میں امام احمد بن حنبل نے روایت کیا ہے:

أَسْمَاءَ بِنْتَ عُمَيْسٍ تَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "اللَّهُمَّ أَقُولُ كَمَا قَالَ أَخِي مُوسَى: اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي وَزِيرًا مِنْ أَهْلِي، عَلِيًّا أَخِي، اشْدُدْ بِهِ أَزْرِي، وَأَشْرِكْهُ فِي أَمْرِي، كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيرًا، وَنَذْكُرَكَ كَثِيرًا، إِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيرًا"

"حضرت اسماء بنت عمیس فرماتی ہیں کہ میں نے خود رسول اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یوں دُعا مانگ رہے تھے: اے اللہ! میں کہتا ہوں جو میرے بھائی موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا۔ اے اللہ! میرے لیے میرے گھر والوں میں سے ایک وزیر بنادے۔ وہ میرا بھائی علی ہے جس کے ساتھ تو میری کمر مضبوط کردے اور اسے میرے کام میں میرے ساتھ شریک کردے تاکہ ہم کثرت سے تیری تسبیح و ذکر کرتے رہیں"۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو طور پر جاتے ہوئے حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا خلیفہ اور جانشین بنایا۔

رسول اللہ ﷺ نے تبوک پر جاتے ہوئے مولا علی رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ اور جانشین بنایا۔

حضرت ہارون علیہ السلام کے بیٹوں کے نام "شبر" اور "شبیر" تھے

رسول اللہ ﷺ نے اپنی شہزادی، ملکہ جنت کے شہزادوں کے نام بھی "شبر" (حسن) اور "شبیر" (حسین) ہی رکھے۔

ہارون علیہ السلام ہر معرکے میں اپنے حضرت موسیٰ علیہ السلام ساتھ ساتھ تھے، یہاں تک کہ مصر کے میدان میں جادوگروں کے سامنے باقی سب تو تماشائی ہی تھے اور معرکہ حق و باطل میں دونوں بھائی ہی فرعونیوں کو للکار رہے تھے۔

اور تاریخ کا ایک ایک صفحہ گواہی دے رہا کہ کسی بھی معرکہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے جُدا نہیں ہوئے۔ حتی کہ مباہلہ کے دن بھی رسول اللہ ﷺ اپنے دلبر علی رضی اللہ عنہ کو ہی ساتھ کر میدان کارزار میں اترے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے طور پر جانے کے بعد حضرت ہارون علیہ السلام پیغامِ حق پر ڈٹے رہے اور قوم کو راہِ حق کی تلقین فرماتے ہی رہے۔

رسول اللہ ﷺ کے دُنیا سے پردہ فرما جانے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ مع الحق کی تفسیر پر اُمت میں حق پر ڈٹے ہی رہے۔

حضرت ہارون علیہ السلام کو قوم شہید کرنے کے درپے ہی ہوگئی۔

اور مصطفےٰ کریم ﷺ کے محبوب بھائی کو تو شہید کرکے ہی چھوڑا۔ بلکہ اخی رسول کو شہید کرکے بھی اُمتیوں کے کلیجے میں ٹھنڈک نہ پڑی تو اُن کے بیٹوں اور بیٹوں کے بیٹوں اور ان کے بیٹوں تک کو بھی تسلسل کے ساتھ شہید کیا جاتا رہا۔

حضرت ہارون علیہ السلام قوم کی طرف سے ملنے والی مشکلات و تکالیف پر صبر کرتے رہے اور یہ بھی وصف خاندان رسول و علی ہی رہا ہے کہ اُمت کی طرف سے ملنے والی تکالیف و اذیت رسانیوں پر اللہ کی رضا پر صابر و شاکر ہی رہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خوشنودی اور رضا حضرت ہارون علیہ السلام کی خوشنودی و رضا کے ساتھ وابستہ تھی۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی خوشی و ناراضی اپنے پیارے اور محبوب علی رضی اللہ عنہ کی خوشی و رضا کے ساتھ وابستہ تھی۔

سورۃ الاعراف کی آیت گواہ ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام دُعا بھی مانگتے تو اپنے ساتھ اپنے بھائی کو شریک کرتے۔

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِأَخِي وَأَدْخِلْنَا فِي رَحْمَتِكَ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ

رسول اللہ ﷺ بھی اپنے علی کے لیے دعائیں مانگتے

بہر حال یہ بھی ایک موقع تھا جب اللہ کے پاک محبوب، سرورِ کائنات، خاتم النبیین آقا ﷺ نے ایک بار پھر اپنے دلبر، اپنے محبوب، اپنے پیارے، اپنے دلارے، اپنے بھائی کو فرمایا اور لوگوں کو بھی سنایا۔

کہ اے علی! تو مجھ سے ہے
اے علی! تو میرا ہے
اے علی! تو میری ذات سے ہے

سنن الکبریٰ میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مولا علی رضی اللہ عنہ سے یہ فرمایا کہ اے علی! تو مجھ سے ہے اُسی طرح جیسے ہارون تھے موسیٰ علیہما السلام کے لیے تو جو حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جو بارگاہِ رسالت میں عرض کی وہ پیشِ خدمت ہے:

قَالَ لِعَلِيٍّ: جب رسول اللہ ﷺ حضرت علی سے کہا

أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى

تم تو ہی مجھ سے ایسے جیسے موسیٰ علیہ السلام سے ہارون علیہ السلام

فَقَالَ أَوَّلَ مَرَّةٍ:

بقیہ صفحہ نمبر 13 پر

حضرت علی رضی اللہ عنہ اللہ ورسول ﷺ کے محبوب

بنتِ منظور

حضرت علی کرم اللہ وجہہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب

ویسے تو ہر صحابی سے آپ ﷺ کو پیار تھا، ہر صحابی آپ ﷺ کا محبوب تھا لیکن بعض ایسے خوش نصیب ہیں جن سے آپ ﷺ کو خاص تعلق اور محبت تھی، ان میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ذات گرامی بھی ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آپ ﷺ کو جو تعلق تھا وہ بہت زیادہ تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ ان خوش نصیب صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ہیں، جن کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اور اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتے ہیں، جیسا کہ امام احمد بن حنبل اپنی کتاب "فضائل الصحابۃ" میں حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلی سے اسی طرح کی حدیث روایت کرتے ہیں: ترجمہ: حضرت عبدالرحمن ابی لیلی فرماتے ہیں: میرے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ رات کو جاگتے تھے، (وہ فرماتے ہیں کہ) حضرت علی رضی اللہ عنہ سردیوں میں گرمیوں کے کپڑے پہنتے تھے اور گرمیوں میں سردیوں کے کپڑے پہنتے تھے، تو ان کے والد سے کہا گیا کہ اگر آپ حضرت علی سے پوچھ لیتے اس عمل کے بارے میں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے ان سے پوچھا تھا، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ نے سچ فرمایا، (اصل وجہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ) رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن میری طرف پیغام بھیجا، اس حال میں کہ میری آنکھ دکھ رہی تھی، میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میری آنکھیں دکھ رہیں ہیں، تو آپ ﷺ نے میری آنکھ پر اپنا لعاب (مبارک) لگایا، پھر فرمایا: اے اللہ! اس سے گرمی اور سردی کو دور کردے۔ اس کے بعد میں نے گرمی اور سردی کو محسوس نہیں کیا، فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں ایسے آدمی کو بھیجوں گا جس سے اللہ اور اللہ کے رسول محبت کرتے ہیں اور وہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے اور میدان سے فرار نہیں ہوگا۔ (راوی) نے فرمایا کہ اس کے بعد لوگ دیکھنے لگے، تو آپ ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بھیجا۔ (فضائل الصحابۃ: 2/565، رقم الحدیث: 950)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ ﷺ کو کتنی محبت تھی اس کو حبر الامہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کچھ یوں بیان فرماتے ہیں، امام احمد بن حنبل (متوفی 241ھ) اپنی کتاب "فضائل الصحابۃ" میں ذکر کیا ہے:

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا اور فرمایا: آپ (حضرت علی) دنیا اور آخرت میں سردار ہیں، جو آپ سے محبت کرے گا اس نے مجھ سے (آپ ﷺ سے) محبت کی اور آپ کا دوست اللہ کا دوست ہے اور آپ کا دشمن میرا دشمن ہے اور میرا دشمن اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے، ہلاکت ہے اس کے لیے جو میرے بعد آپ سے (حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے بغض رکھے۔ (فضائل الصحابۃ: 2/642، رقم الحدیث: 1092)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کتنی محبت تھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت ایمان کی دلیل ہے، حضرت عکرمہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا قول ہے جس کو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ "فضائل الصحابۃ" میں نقل کیا ہے۔: "**عن أبي سعيد الخدري رضی اللہ عنه قال: إنما كنا نعرف منافقي الأنصار ببغضهم عليا**"

حضرت ابوسعید الخذری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم منافقین کو بغض علی رضی اللہ عنہ سے پہچانتے تھے۔ یعنی جس کے دل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بغض ہوتا تھا تو ہم یقین کر لیتے تھے کہ یہ آدمی منافق ہے، کیوں کہ محبت علی رضی اللہ عنہ ایمان کی علامت میں سے ایک ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے تو صرف مدینہ کے حالات کو بیان کیا ہے، لیکن آپ ﷺ نے مطلقاً اس بات کو بیان کیا ہے، جیسا کہ ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ (متوفی: 235) اپنی کتاب "المصنف" میں حضرت خالد بن مخلد کے طریق سے روایت کرتے ہیں:

"**عن ام سلمة قالت: سمعتُ رسول الله ﷺ يقول: "لايبغض علياً مؤمن، ولا يحبه منافق"** (المصنف 17/126، رقم الحدیث: 32777)

یعنی آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ہر مومن محبت کرے گا اور ان سے ہر منافق بغض رکھے گا۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو صدیق کا لقب لفظ صدیق کا معنی ہے سچا، اس لحاظ سے تو ہر صحابی ہی صدیق ہے، اس لیے کہ پیغمبر ﷺ کا ہر صحابی سچائی کا پیکر ہے ہر صحابی سچائی کا علم بردار ہے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے بطور خاص یہ لقب تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی کا ہے، لیکن بعض ایسے بھی خوش نصیب ہیں کہ ان کو بھی آپ ﷺ نے صدیق کا لقب عطا کیا ہے، ان خوش نصیبوں میں سے ایک سیدنا علی المرتضیٰ کی ذات گرامی بھی ہے کہ ان کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق کا لقب عطا کیا ہے۔ جیسا کہ امام ابوالقاسم علی بن حسین المعروف بابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ (متوفی: 571) اپنی کتاب "تاریخ دمشق" میں آپ ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں، جس کا مفہوم یہ بنتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: صدیق تین ہیں: ایک حبیب النجار، جو کہ آل یس کا مومن تھا، دوسرا حزقیل، جو کہ آل فرعون کا مومن تھا، تیسرا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ ان تینوں سے اعلیٰ ہیں۔ جیسا کہ موصوف رقم طراز ہیں:

"**عن عبدالرحمن بن ابی ليلیٰ عن أبي ليلیٰ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "الصديقون ثلاثة:**

حبیب النجار مؤمن آل یس
قال: یاقوم اتبعوا المرسلین،
وحزقیل مؤمن آل فرعون الذي
قال: اتقتلون رجلاً أن یقول ربي الله،
وعلي بن أبي طالب"
(تاریخ دمشق 42/43)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو جنت کی بشارت

جس انسان بھی نے ایمان کی حالت میں آپ ﷺ کی زیارت کی ہو اور اس کی ایمان پر موت آئی ہو اس کو صحابی کہتے ہیں اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لیے خالق لم یزل نے اپنی رضا کا اعلان کیا ہے، جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے ان کا جنتی ہونا متحقق ہے، لیکن ان مقدس ہستیوں میں بعض ایسے بھی خوش نصیب ہیں جن کو لسان نبوت نے صراحتاً دنیا میں ہی جنت کی خوش خبری دی ہے، ان میں عشرہ مبشرہ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین ہیں، جن کو آپ ﷺ نے جنت کی خوش خبری دی ہے، ان میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی بھی ہے، اسی طرح اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی ہیں، جن کو فرداً فرداً آپ ﷺ نے جنت کی خوش خبری دی ہے اور حضرت علی المرتضیٰ جس طرح عشرہ مبشرہ میں ہیں اسی طرح ان کو فرداً فرداً بھی جنت کی خوش خبری دی گئی اور ان کو جو انعام ملنے تھے، ان میں سے ایک کا، امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ کتاب "المصنف" میں ذکر کرتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں اور علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مدینہ کے باغات کی طرف نکلے، پس ہم ایک باغ کے پاس سے گزرے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یا رسول اللہ! یہ باغ کتنا اچھا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے علی! جنت میں تمہارا باغ اس سے بھی اچھا ہے، یہاں تک کہ سات باغات پر سے گزر ہوا او رحضرت علی رضی اللہ عنہ ہر باغ کے متعلق فرماتے تھے کہ: یا رسول اللہ! یہ باغ کتنا اچھا ہے! اور آپ ﷺ فرماتے کہ جنت میں آپ کا باغ اس سے بھی اچھا ہے۔ (المصنف: 17/125، رقم الحدیث 32774)

بلکہ ایک اور حدیث میں صراحتاً صرف آپ ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ کو جنت کی خوش خبری دی ہے، جس کو امام ابوشیبہ نے "المصنف" میں حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

"عن سعید بن زید قال: سمعتُ رسول الله ﷺ یقول: "علي في الجنة"
(المصنف: 17/135، رقم الحدیث 32793)

حضرت علی المرتضیٰ کا اہل بیت میں سے ہونا اہل بیت میں ہونا یہ ایک شرف کی بات ہے، اس لیے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اہل بیت کی فضیلت بیان کی ہے، جیسا کہ سورہ احزاب میں ارشاد خداوندی ہے:

"إِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْراً" (سورۃ الاحزاب: 33)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل بیت کے لیے فرمایا کہ ہم ان کو پاک کر دیں گے، اس کی تشریح میں مفتی محمد تقی عثمانی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ اس آیت کے ماقبل میں چوں کہ سارا ذکر ازواج مطہرات کا چل رہا ہے، اس لیے وہ تو اہل بیت میں براہ راست داخل ہیں۔ (آسان ترجمۃ القرآن، ص: 424)

لیکن بعض ایسے خوش نصیب بھی ہیں کہ جن کو اللہ تعالیٰ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بیت میں سے ہونے کا شرف عطا کیا ہے، اس میں جہاں آپ ﷺ کی صاحب زادیاں داخل ہیں وہیں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں، چنانچہ امام ابوجعفر محمد بن یزید طبری (متوفی: 310) اپنی کتاب "تفسیر الطبری" میں حضرت ام سلمہ سے حدیث روایت کرتے ہیں:

"عن أم سلمة، قالت: لما نزلت هذه الآية: (إنما یرید الله لیذهب عنکم الرجس الخ) دعا رسول الله صلى الله علیه وسلم علیاً، وفاطمة، وحسناً، حسیناً، فجلل علیهم کساء خیبریاً، فقال: "اللهم هؤلاء أهل بیتي، اللهم أذهب عنهم الرجس وطهرهم تطهیراً" قالت أم سلمة: ألست منهم؟ قال: أنت إلى خیر (تفسیر الطبری: 19/94)

اس حدیث سے ایک یہ بات معلوم ہوئی کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اہل بیت میں سے ہیں اور دوسری یہ بات معلوم ہوئی کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اجمعین بھی اہل بیت میں شامل ہیں، اس لیے آپ ﷺ نے ام المؤمنین ام سلمۃ کو منع نہیں کیا کہ یہ آیت تو صرف ان پانچ کے لیے اتری ہے، بلکہ آپ ﷺ نے ان کو فرمایا کہ انت إلی خیر یعنی آپ خیر کی طرف ہیں۔ لہٰذا ازواج مطہرات او ربنات پیغمبر دونوں ہی اہل بیت میں شامل ہیں، اسی بات کی جانب حضرت مفتی محمد تقی عثمانی حفظہ اللہ تعالیٰ نے آسان ترجمہ القرآن میں سورۃ الاحزاب کی مندرجہ بالا آیت کی تشریح میں اشارہ فرمایا ہے۔ اسی طرح کے دیگر بے شمار فضائل ومناقب کتب احادیث میں بکھرے پڑے ہیں، ان میں سے چند ہم نے آپ کے سامنے رکھے ہیں، اب ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقام اساطین امت کے نزدیک کیا تھا، اس کے چند شواہد ہم قارئین کے سامنے سپرد قلم کرتے ہیں۔

حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ حضرت علی المرتضیٰ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ: انتھی علم أصحاب رسول الله الی عمر وعلی وعبداللہ کہ اصحاب محمد ﷺ کا علم ان تین پر ختم ہے، ایک حضرت عمر، دوسرے حضرت علی المرتضیٰ اور تیسرے حضرت ابن مسعود۔ امام احمد بن حنبل علیہ الصلوۃ والسلام حضرت علی المرتضیٰ کے فضائل کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ: "ما ورد لأحد من أصحاب رسول الله صلى الله علیه وسلم من الفضائل ما ورد لعلي" یعنی اصحاب رسول میں سے جتنے فضائل حضرت علی المرتضیٰ کے بارے میں وارد ہوئے اتنے کسی اور کے بارے میں وارد نہیں ہوئے۔ حسن بن صالح فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے سامنے زہاد کا تذکرہ کیا گیا تو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا کہ لوگوں میں سے سب سے بڑے زاہد حضرت علی المرتضیٰ تھے۔

بقیہ "درس حدیث"

تو حضرت مولا علی علیہ السلام نے پہلی ہی بار کہا
رَضِیتُ رَضِیتُ
میں راضی ہوں، میں راضی ہوں
بس خراج عقیدت ومحبت کے طور پر یہی کہا جاسکتا ہے:
ایدا ہتھ یدُاللہ اے، چہرہ وجہُ اللہ اے
ایدی صورت جیٔ کوئی تصویر وکھا مینوں
کعبے وچ آون ہے، مسجد وچ جاون ہے
علی ورگی کسے دی وی تو قیر وکھا مینوں

خواجگان عطائے رسول، غریب النواز

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ

صاحب زادہ ذیشان کلیم معصومی

خواجہ خواسلامی تاریخ پر اگر نظر ڈالی جائے تو یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ جس قوم نے اللہ کی نافرمانیاں کیں اللہ کے بنائے ہوئے اصولوں کو توڑا تو اللہ نے ان کی ہدایت کے لیے اپنے مقدس پاکباز انبیاء کرام کو دنیا میں بھیجا۔ رشد و ہدایت کا یہ سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اور سرکار دو عالم ﷺ پر ختم ہوا۔ سرکار چونکہ اللہ کے آخری نبی ہیں آپ کے بعد نہ کوئی نبی آئے گا نہ کوئی رسول۔ لہٰذا حضور پاک ﷺ کی نبوت کے بعد مخلوق کی ہدایت کے لیے صحابہ کرام پھر تابعین پھر تبع تابعین پھر ائمہ کرام اور پھر اولیاء کرام صوفیاء عظام تشریف لائے اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری ساری رہے گا۔ ان اولیاء کرام کی تعداد کو شمار کرنا آسان نہیں ان اولیاء میں بعض اولیاء کرام ایسے گزرے ہیں جو نیکی پرہیزگاری زہد و تقویٰ میں یکتائے زمانہ تھے اور اپنے نمایاں کارناموں کی بدولت ان کو بلند و ممتاز مقام و مرتبہ حاصل ہے۔ ان کاملین کے نام قیامت تک سورج کی طرح چمکتے اور دمکتے رہیں گے۔ ان مقدس اولیاء کی جماعت میں ایک نمایاں اور منفرد مقام حضرت خواجہ خواجگان، عطائے رسول غریب نواز سیدنا خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کا ہے۔ آپ کی ذات کسی تعارف کی محتاج نہیں آپ اللہ کے وہ محبوب اور مقبول بندے ہیں جنہوں نے اپنے علم و عمل سے تاریخ اسلام میں انمٹ نقوش چھوڑے ہیں اگر برصغیر پاک و ہند میں آپ کو اسلام کا پہلا داعی کہا جائے تو ہرگز غلط نہ ہوگا۔

یوں تو آپ سے پہلے ہندوستان کی سرزمین بہت سے صوفیائے کرام اپنے قدم رکھ چکے تھے اور انھوں نے زہد و تقویٰ اخلاق و مروت کا عملی نمونہ پیش کر کے یہاں کے دلوں میں اپنا گھر بنایا اور انھیں دائرہ اسلام میں داخل کر کے مسلمان بھی کیا لیکن ان بزرگوں نے ہندوستان کے سرحدی مقامات سے آگے قدم نہیں بڑھائے بلکہ ان شہروں میں سکونت اختیار کی جہاں کچھ نہ کچھ اسلامی اثرات قائم ہو چکا تھا۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری نے اس مقام پر اپنے قدم رکھے جہاں ابھی تک توحید و رسالت کا چراغ روشن نہیں ہوا تھا۔

آپ کی ولادت باسعادت 14 رجب الرجب 530ھ بمقام چشت بہشت میں ہوئی۔ آپ کے والد کا نام خواجہ غیاث الدین احمد تھا اور والدہ کا نام مہ نور بی بی تھا۔ والد کی طرف سے آپ کا سلسلۂ نسب شہید کربلا سیدنا حضرت امام عالی مقام، نواسۂ رسول امام حسین رضی اللہ عنہ اور والدہ کی طرف سے سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ اسی نسبت سے آپ حسنی حسینی سید ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ حضور غوث اعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی چچا زاد بہن بھی ہیں اس رشتے سے حضور غوث اعظم حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے ماموں ہوتے ہیں۔ آپ کے والد حضرت خواجہ غیاث الدین علم ظاہر اور باطن میں یکتائے روزگار تھے اور آپ کا شمار کاملین اولیاء میں ہوتا تھا۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد کی زیر نگرانی اپنے گھر پر ہی حاصل کی۔ نو سال کی عمر میں آپ نے قرآن مجید حفظ فرمالیا پھر تفسیر اور فقہ کی تعلیم سنجر میں حاصل کی۔ آپ کی عمر جب ۱۴ سال کی ہوئی تو والد ماجد کا وصال ہو گیا آپ دو بھائی تھے جب والد کا ترکہ تقسیم ہوا تو آپ کے حصے میں ایک باغ اور پن چکی آئی جس کی آمدنی سے آپ گزر بسر فرمایا کرتے۔ ایک مرتبہ آپ اپنے باغ میں درختوں کو پانی دے رہے تھے کہ اچانک ایک مرد کامل مجذوب حضرت ابراہیم قندوزی تشریف لے آئے اور پینے کے لیے آپ سے پانی طلب کیا حضرت خواجہ معین الدین چشتی نے انھیں بڑے ادب و احترام کے ساتھ بٹھایا اور تواضع کے طور پر ان کے سامنے انگوروں کا خوشہ پیش فرمایا۔ حضرت ابراہیم قندوزی آپ کی اس تواضع سے بہت خوش ہوئے اور اپنی جھولی سے ایک کھلی کا ٹکڑا نکالا اور چبا کر آپ کے منہ میں ڈال دیا جس کو کھاتے ہی آپ کی طبیعت میں تغیر پیدا ہوا، دنیا سے بے رغبتی ہونے لگی، ترک دنیا پر آپ کی طبیعت مائل ہونے لگی قلب کے حجابات اٹھ گئے اور آن واحد میں معرفت کے اسرار ظاہر ہونے لگے۔ آپ کو دنیا سے نفرت ہو گئی باغ اور پن چکی فروخت کردی، جو رقم حاصل ہوئی وہ غرباء و مساکین میں تقسیم کردی اور حصول تعلیم کے لیے دنیائے اسلام کے مشہور شہر سمرقند چلے گئے۔

سمرقند ان دنوں علم و فضل کا بہت بڑا مرکز تھا یہاں ہر فن کے استاد تھے حضرت خواجہ معین الدین سرکار نے یہاں ظاہری علوم کی تکمیل فرمائی لیکن دل کی تڑپ کا تقاضہ کچھ اور تھا آپ کو کامل مرشد کی تلاش تھی اور ایسے مرد کامل کی ضرورت تھی جو انھیں منزل تک پہنچا دے اور جن کی نظر ولایت سے کٹھن منزلیں آسان ہو جائیں اسی جذبہ کے تحت آپ نیشاپور پہنچے جہاں قصبہ ہرون میں ایک بہت بڑے بزرگ رہا کرتے تھے جنھیں آج بھی اہل علم حضرات خواجہ عثمان ہارونی کے نام سے پوری دنیا میں جانتے اور مانتے ہیں۔ اسی قصبہ ہرونی میں خواجہ عثمان ہارونی

سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ حضرت خواجہ عثمان ہارونی نے حضرت خواجہ معین الدین چشتی کی صلاحیت دیکھ کر ان کو اپنے مریدوں میں شامل فرمالیا اور ایسی تعلیم دی جو آپ کے مشن کی تکمیل کے لیے ضروری تھی یہ صاحب نظر بزرگ تھے اور سلسلہ چشتیہ کے بانیوں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔

خواجہ معین الدین چشتی کو حضرت خواجہ عثمان ہارونی نے کمال شفقت سے نوازا اور خواجہ اجمیری مجاہدات و ریاضات میں مشغول ہوئے یہاں تک کہ مرتبہ خلافت تک جا پہنچے۔ آپ 20 سال تک اپنے مرشد کامل کی صحبت میں رہے یہ دراصل آپ کی تیاری کا زمانہ تھا۔ مرشد کامل نے اپنے مرید خاص کو اس وقت تک رخصت کی اجازت نہ دی جب تک کہ ان کو اس بات کا یقین نہ ہوگیا کہ مرید تبلیغ دین کے مشکل فرض کی بجا آوری کے لیے پوری طرح تیار ہوگیا ہے۔

ایک دن حضرت خواجہ عثمان ہارونی نے خواجہ صاحب سے فرمایا آسمان کی طرف دیکھو دریافت کیا کہاں تک دیکھتے ہو عرض کی عرش اعظم تک، پھر فرمایا زمین کی طرف دیکھو فرمایا کہاں تک نظر آیا خواجہ خواجگان نے عرض کی تحت الثریٰ تک، فرمایا ہزار بار سورۂ اخلاص پڑھو خواجہ صاحب نے پڑھی فرمایا پھر آسمان کی طرف دیکھو اور بتاؤ کہاں تک دیکھا، آپ نے عرض کی حجاب عظمت تک فرمایا آنکھیں بند کر پھر کھول پھر انگلی دکھا کر سوال کیا کہ کیا نظر آیا تو خواجہ خواجگان نے عرض کی اٹھارہ ہزار عالم۔ غور کریں مجاہدات و ریاضات کے دوران جب علوم غیب کے انکشافات کا یہ عالم ہے کہ عرش اعظم حجاب عظمت تحت الثریٰ کی گہرائی گویا ساری کائنات خواجہ کی نظروں کے سامنے ہے تو جب آپ کامل و اکمل ہوگئے ہوں گے تب آپ کے کشف و عرفان کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔

خواجہ معین الدین ارشاد فرماتے ہیں کہ حرم کعبہ میں ایک دن پیر و مرشد نے میرا ہاتھ پکڑ کر حق تعالٰی کے سپرد کر دیا اور نہایت درد انگیز مناجات بارگاہ الٰہی میں کیں۔ اے پروردگار تیرا بندہ معین الدین حاضر ہے اسے تو قبول فرمالے، پردہ غیب سے آواز آئی ہم نے معین الدین کو قبول کرلیا پھر آپ اپنے پیر و مرشد کے ہمراہ حرم مکہ کی برکتوں اور نعمتوں سے بہرہ مند ہو کر اس مقدس شہر کی جانب روانہ ہوئے جو کائنات کا مرکز عشق ہے یعنی مدینہ منورہ، جیسے ہی مدینہ طیبہ کی پُر نور اور شاداب آبادی پر آپ کی نظر پڑی جذبہ شوق کا عالم تیز تر ہوگیا۔ آپ نے اس مقدس سرزمین کی خاک شفاء کو اپنی آنکھوں سے لگایا روضہ رسول ﷺ پر نہایت ادب و احترام کے ساتھ بارگاہ سرور کونین ﷺ میں سلام محبت پیش کیا اور پھر روضہ سرکار ﷺ سے آواز آئی **وعلیکم السلام یا قطب مشایخ بحر و بر**۔ یہ جواب سن کر آپ کے پیر و مرشد نے شکر ادا کیا اور مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا اب تُو درجۂ کمال کو پہنچ گیا۔

خواجہ معین الدین چشتی فرماتے ہیں کہ پیر و مرشد حضرت خواجہ عثمان ہارونی نے اس موقع پر ارشاد فرمایا اے معین الدین میں نے یہ سب کام تیری تکمیل کے لیے کیا ہے تجھ کو اس پر عمل کرنا لازمی ہے مرید خلف وہی ہے جو اپنے ہوش و حواس میں اپنے پیر کے ارشادات کو جگہ دے۔ اس ارشاد کے بعد مرشد کامل نے آپ کو اپنا کو خرقۂ خلافت نعلین اور مصلیٰ عنایت فرمایا پھر مجھے اپنی آغوش سے لگایا، پھر فرمایا اب تجھے خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ اس کے بعد آپ پیر و مرشد سے جدا ہوگئے آپ نے اپنے کامل مرشد سے رخصت ہونے کے بڑے بڑے بزرگوں سے ملاقاتیں کیں۔

آپ 57 یوم روز تک سیدنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے ساتھ بھی رہے۔ ایک مرتبہ آپ دوران حج حرم کعبہ میں عبادت کررہے تھے کہ غیب سے آواز آئی اے معین الدین ہم تجھ سے خوش ہوئے اور تجھے بخش دیا جو بھی تیری آرزو ہو سوال کرتا کہ ہم اپنی عطاؤں سے تجھے سرفراز کریں۔ آپ عرض کرنے لگے اے اللہ ایک بندۂ ناچیز کے لیے اس سے بڑھ کر اور کیا خوشی ہو سکتی ہے کہ تُو نے اسے اپنے حضور قبول فرمالیا اگر کوئی آرزو ہے تو بس یہ کہ تو اپنے فضل سے میرے سلسلے کے مریدین کو بخش دے۔ ارشاد ہوا معین الدین تو میرا بندۂ خاص ہے تیری آرزو کو مبارک ہو کہ قیامت تک جو بھی تیرے سلسلے سے منسلک ہوں گے میں انھیں بھی بخش دوں گا۔

ایک مرتبہ حج کی ادائیگی کے بعد مدینہ منورہ حاضر ہوئے انہی دنوں حضور پُر نور ﷺ کی خواب میں زیارت ہوئی اور دربار رسالت سے بشارت دی گئی کہ اے معین الدین! تو میرے دین کا معین ہے میں نے تجھے ہندوستان کی ولایت عطا کردی ہے۔ وہاں کفر کی ظلمت چھائی ہوئی ہے تو اجمیر جا تیرے وجود کی برکت سے باطل کا اندھیرا چھٹ جائے گا اور اسلام کو نور ہر جانب پھیل جائے گا۔ آپ اس زیارت و بشارت سے بے حد خوش ہوئے مگر فکر مند تھے کہ سرزمین اجمیر کہاں ہے ابھی اسی فکر میں تھے کہ خواب میں ایک مرتبہ پھر سرکار دو عالم ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا اور ہندوستان کا شہر اجمیر اور قلعہ کوہستان آپ کو دکھایا گیا حکم رسول سننے کے بعد آپ ہندوستان کے سفر پر روانہ ہو گئے آپ افغانستان کے راستے سے ہوتے ہوئے ملتان آئے، پھر لاہور پہنچے لاہور میں حضرت مخدوم الاولیاء داتا گنج بخش فیض عالم سرکار کے مزار پُر انوار پر آپ نے حاضری دی اور چالیس دن تک داتا صاحب کے قدموں میں بیٹھ کر چلہ کشی فرمائی۔ داتا حضور نے آپ کو فیض سے مالا مال فرمایا اور جب آپ داتا کی چوکھٹ سے فیوض و برکات حاصل کر چکے تو آپ نے ان کی شان میں چند اشعار پڑھے جو عالمی شہرت کے حامل ہیں اور آج بھی ان کے مزار کی لوح مزار اقدس پر کندہ ہیں:

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں را پیر کامل کاملاں را راہنما

حضور اکرم ﷺ کے فرمان پر عمل کرتے ہوئے

جب حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیر پہنچے تو آپ کے ہمراہ چالیس درویشوں کی جماعت تھی جن کی ضرب الا اللہ سے پہاڑوں کے کلیجے دہل جاتے تھے۔ اجمیر اس زمانہ میں برصغیر کی سب سے طاقتور ہندو حکومت کا دارالخلافہ تھا جس کا حکمران پرتھوی راج چوہان تھا۔ کفر و شرک کی اس دھرتی پر حالات انتہائی خراب تھے فضا ناموافق تھی سامراجی نظام قائم تھا کسی کا کوئی پُرسان حال اور غم گسار نہ تھا۔ ان تکلیف دہ حالات کے باوجود خواجہ معین الدین چشتی نے اس شہر کو اپنا مرکز بنانے کا فیصلہ کیا۔ اجمیر پہنچ کر آپ نے ایک مقام پر قیام کرنا چاہا تو راجہ پرتھوی راج کے آدمیوں نے آکر منع کیا کہ یہاں راجہ کے اونٹ بیٹھتے ہیں آپ یہاں قیام نہیں کر سکتے، آپ کھڑے ہوگئے اور فرمایا اچھا راجہ کے اونٹ بیٹھے ہیں تو اب وہ بیٹھے ہی رہیں گیا اور دوسرے مقام انا ساگر کے قریب قیام فرمایا شام کے وقت جب اونٹ اپنی چراگاہوں سے واپس آئے اور اپنی جگہ پر بیٹھے تو ایسے بیٹھے کہ دوبارہ اٹھ نہ سکے لاکھ کوشش کی گئی لیکن اونٹ اپنی جگہ سے نہ ہلے۔ یہ معاملہ دیکھ کر راجہ کے آدمیوں نے راجہ پرتھوی راج کو

اطلاع دی۔ راجہ پرتھوی راج نے کہا اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے کہ تم لوگ جا کر ان سے معافی مانگو چنانچہ وہ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور معافی مانگنے لگے۔ آپ نے فرمایا اچھا جاؤ اونٹ کھڑے ہو گئے آ کر دیکھا تو واقعی اونٹ کھڑے ہو چکے تھے۔

حضرت خواجہ معین الدین اجمیری نے جہاں قیام فرمایا وہاں بہت سے بت خانے تھے جہاں صبح و شام پجاریوں کا ہجوم رہا کرتا۔ یہاں راجہ پرتھوی راج اور بڑے بڑے سادھو پوجا کے لیے آیا کرتے تھے۔ پرتھوی راج کو خواجہ معین الدین اجمیری کا یہاں آنا پسند نہیں تھا وہ چاہتا تھا کہ آپ اس سرزمین کو چھوڑ کر چلے جائیں چنانچہ آپ کو مذہبی سرگرمیوں سے باز رکھنے کے لیے ڈرایا گیا دھمکیاں دی گئیں مگر آپ اس کی ان دھمکیوں سے قطعی حراساں نہ ہوئے اور اپنے تبلیغی مشن کو جاری رکھا آپ کی رشد و ہدایت زہد و تقویٰ اور حسن واخلاق کی روشنی ہر جگہ پھیلنے لگی غیر مسلم جوق در جوق دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگے مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کو دیکھ کر راجہ پرتھوی راج تلملا اٹھا۔ اس نے اپنی سلطنت کے بڑے بڑے جوگی اور جادوگر بلائے تا کہ جادو کے ذریعہ آپ کو یہاں سے نکال دیا جائے چنانچہ پرتھوی راج نے جے پال جوگی کو بلایا جو جادوگروں کا سب سے بڑا سردار تھا وہ اپنی شعبدہ بازی اور جادوئی کرتب کی بنیاد پر خواجہ معین الدین چشتی کو خوفزدہ کر دینا چاہتا تھا چنانچہ وہ ہرن کی کھال پہن کر ہوا میں بلند ہونے لگا۔ آپ ذکر الٰہی میں مشغول تھے آپ نے سر اٹھا کر عقیدت مندوں سے پوچھا جے پال جوگی کہاں تک پہنچا عقیدت مندوں نے کہا ایک پرندہ کی طرح نظر آتا ہے، تھوڑی دیر کے بعد پھر پوچھا اب جے پال کہاں ہے خدام عرض کرنے لگے حضور اب وہ نظر نہیں آرہا یہ سن کر حضرت خواجہ صاحب نے اپنی نعلین کی طرف اشارہ کیا اور وہ ہوا میں بلند ہونا شروع ہو گئی اور اس قدر بلند ہوئیں کہ جے پال تک پہنچ گئیں اور اس کے سر کی پٹائی شروع کر دی، جوتیوں کی آواز سے جے پال کی چیخ و پکار نیچے صاف سنائی دینے لگی۔ جے پال کا سارا جادوئی زور ٹوٹ چکا تھا وہ تیزی سے آپ کے قدموں میں گر گیا اور آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔

جے پال جوگی جیسے سرغنہ کفر کا اسلام قبول کر لینا

حضرت خواجہ سرکار کی روحانی قوت اور خدا داد صلاحیتوں کی یہ عظیم الشان فتح تھی جس نے سرزمین ہند کو ہلا کر رکھ دیا۔ آپ نے چند لوگوں کے ذریعے پرتھوی راج کو اسلام کی دعوت بھجوائی اور فرمایا اگر یہ ایمان نہ لایا تو میں لشکر اسلام کے ہاتھوں اسے زندہ گرفتار کرادوں گا۔ پرتھوی راج نے جب یہ پیغام سنا تو اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا بلکہ خواجہ معین الدین چشتی کے خلاف اس کی دشمنی کی آگ اور بھڑک اٹھی اور خواجہ صاحب کو انہوں نے پیغام دیا کہ وہ اجمیر چھوڑ دیں آپ نے بے ساختہ فرمایا وقت اس کا فیصلہ کرے گا کہ کون جاتا ہے اور کون یہاں رہتا ہے۔ آپ نے مریدوں سے فرمایا کہ ہم اس مغرور ہندو راجہ کو ایک مسلمان بادشاہ کے پاس بطور قیدی حوالے کر رہے ہیں شہاب الدین غوری ایک سال قبل راجہ پرتھوی راج سے جنگ کر کے بری طرح شکست کھا چکا تھا حضرت خواجہ معین الدین چشتی نے اسے خواب میں اپنی زیارت کروائی اور اس کو حکم دیا کہ اللہ کی طرف سے ہندوستان کی بادشاہت کا سہرا تیرے سر باندھنا لکھا جا چکا ہے بغیر کسی مہلت اور انتظار کے اٹھ کھڑا ہو اور ہندوستان کی جانب روانہ ہو جا اور پرتھوی راج کو گرفتار کر کے اسے کیفر کردار تک پہنچا دے۔ خواب سے بیدار ہو کر شہاب الدین غوری کے سینے میں فاتحانہ عزم و یقین کا ایک طلاطم برپا تھا چند ہی روز میں وہ ایک لشکر جرار لے کر پرچم اسلام کو ہوا میں لہراتا ہوا خراسان سے ہندوستان پہنچا اور پرتھوی راج تین لاکھ افراد کا لشکر لے کر میدان جنگ میں پہنچا جبکہ شہاب الدین غوری کے ہمراہ فوج میں ایک لاکھ بیس ہزار مسلمان تھے۔ تھانیسر کے قریب تراوڑی کے میدان میں کفر و اسلام کی جنگ ہوئی یہ جنگ برصغیر کی تاریخ میں بہت مشہور ہے اور نتائج کے اعتبار سے بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ سورج غروب ہونے سے پہلے شہاب الدین غوری نے جنگ جیت لی، پرتھوی راج کو دریا کے کنارے بھاگتے ہوئے گرفتار کر لیا گیا اور یہ اپنے انجام تک پہنچا۔ شہاب الدین غوری ہندوستان کے دیگر شہروں کو فتح کرتا ہوا اجمیر پہنچا اور بڑی عقیدت ومحبت کے ساتھ حضرت خواجہ معین الدین چشتی کی خدمت میں حاضری دی۔

سلطان شہاب الدین غوری سرزمین ہند کا وہ حکمران ہے کہ جس کے نام پر پاکستانی سائنسدانوں نے غوری میزائل تیار کیا اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کے ازلی دشمن بھارت کو حیرانی و پریشانی میں مبتلا کر دیا ہندوستان فتح ہونے کے بعد آپ اشاعت اسلام میں ہمہ تن مصروف ہو گئے جو شخص بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا حلقہ بگوش اسلام ہو جاتا۔ غریب ہو یا امیر نیک ہو یا بد عالم ہو یا جاہل حاکم ہو یا محکوم شاہ ہو یا گدا سب کے لیے خواجہ کا آستانہ دل کی تسکین اور روح کی پاکیزگی کا باعث بنتا۔ ایک مرتبہ ملک شام سے سات آتش پرست حاضر ہوئے جو اپنی ریاضت میں بہت مشہور تھے اور بہت سے لوگ ان گنت عقیدت مند تھے آپ نے فرمایا اے آتش پرستو! آگ کی پوجا کیوں کرتے ہو اللہ کی عبادت کیوں نہیں کرتے، وہ بولے دوزخ کی آگ سے ہم بہت ڈرتے ہیں اور اسی خوف سے ہم آگ کو پوجتے ہیں۔ آپ نے فرمایا آگ تو خود حکم الٰہی کی تابع ہے کہ اس کے حکم کے بغیر کسی کو جلا نہیں سکتی آتش پرست بولے آپ جو اللہ کی بندگی کرتے ہیں تو کیا آگ آپ کو بھی نہیں جلا سکتی یہ سن کر آپ نے اپنی لکڑی کی جوتیاں آگ میں ڈال دیں شان خدا سے آگ نے جوتیوں پر ذرا بھی اثر نہ کیا، آتش پرستوں نے جب آپ کی یہ کرامت دیکھی تو صدق دل سے اسلام قبول کر لیا۔

اجمیر ہندوؤں کے ایک مذہبی مرکز کی حیثیت رکھتا تھا ہر سال لاکھوں ہندو زائرین یہاں جمع ہوتے تھے۔ حضرت خواجہ خواجگان نے اس سرزمین کو دینی انقلاب سے آشنا کر دیا، مادیت پرستی کی بجائے اسلام کا روحانی نظام نافذ کیا نفسانیت کی بجائے تزکیہ نفس اور اعلیٰ اخلاق کو فروغ دیا۔ گویا اجمیر کو فیض دوام کا سرچشمہ بنا دیا آپ جس کسی پر نظر ڈالتے اسے مرتبہ کمال تک پہنچا دیتے۔ آپ کی یوں تو بے شمار کرامتیں ہیں مگر آپ کی سب سے بڑی اور زندہ کرامت یہ ہے کہ آپ نے ایک ایسی سرزمین پہ اسلام کا روحانی اور عرفانی نظام قائم کیا جہاں ہر طرف کفر و شرک کی گھٹا ٹوپ تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ نفسانیت و جہالت کا جہاں دور دورہ تھا، جہاں مخلوق خدا جانوروں اور بتوں کی پوجا کرتے، جہاں حق سننے کو کوئی تیار نہ تھا ہر شخص جہاں نشۂ غفلت سے سرشار تھا۔ آپ نے ذات پات کا فرق مٹا کر سب کو ایک کر دیا انہیں خود ساختہ بتوں کی پوجا سے ہٹا کر معبود حقیقی کی بارگاہ میں جھکا دیا۔

بقیہ صفحہ نمبر 40 پر

شب معراج

زیرنظر مضمون درسِ نظامی کے لیے لکھا گیا ایک مقالہ ہے جسے پروفیسر محمد بہاؤالدین نے حضرت پیر سید ریاض حسین شاہ جی کے حکم پر اور ڈاکٹر سید عبدالرحمان بخاری کی سرپرستی میں تحریر کیا۔ یہ مقالہ ادارہ تعلیمات اسلامیہ کے پہلے کنونشن (جو کہ ۸-مارچ ۱۹۹۸ کو منعقد ہوا) میں پیش کیا گیا، اس مقالے کو یہ امتیاز بھی حاصل ہے کہ ادارہ کے پہلے کنونشن میں پیش کیا جانے والا یہ واحد مقالہ تھا اور اسے پیر سید ریاض حسین شاہ جی نے انتہائی مسرت سے قبول و منظور فرمایا۔
مقالہ کی اہمیت کے پیش نظر اسے "دلیل راہ" کے قارئین کی خدمت میں مطالعہ کے لیے پیش کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

ابومحی الدین

آپ ﷺ کی شانِ اعجاز

سب تعریفیں اس اللہ جل مجدہ کے لیے جو اپنے بلند نام میں یکتا ہے۔ ہر چیز اس کی رحمت اور اس کے علم میں ہے۔ اس نے اپنے پیاروں کو بے حساب نعمتوں سے نوازا اور ان میں سے ایک ایسے رسول کو مبعوث فرمایا جو عرب و عجم میں سب سے عالی نسب ہے۔ حسب و نسب اور اصالت میں سب سے پاکیزہ ہے۔ عقل مندی اور بردباری میں سب سے بڑھ کر ہے۔ اس کے پاس علم و فہم کی دولت سب سے زیادہ ہے اور یقین محکم اور عزم مصمم میں سب سے قوی ہے۔ لوگوں پر شفقت اور مہربانی فرمانے میں ان سب سے آگے، روحانی اور جسمانی لحاظ سے سب سے پاکیزہ اور عیوب و نقائص سے دور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے حکمت و حکم (نبوت) سے نوازا اور اس کے ذریعے اندھی آنکھوں، غافل دلوں اور بہرے کانوں کو کھول دیا ہے۔ اس رسول پر وہی لوگ ایمان لائے اور اس کی تعظیم و توقیر کرتے رہے اور تائید و نصرت میں ثابت قدم رہے جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے سعادت مندی مقرر فرمائی تھی اور اس کی ایسے لوگوں نے تکذیب کی اور اس کے معجزات کو نظرانداز کیا جن پر اللہ تعالیٰ نے بدبختی مسلط کر دی تھی۔ جو شخص اس رسول کی جانب سے دنیا میں اندھا رہا وہ آخرت میں بھی اندھا اٹھے گا۔ اللہ رب العزت کی جانب سے اس پر درود و سلام ہو اور ایسی رحمت جو ہمیشہ پھلتی پھولتی رہے اور اس کی آل و اصحاب پر کامل سلام ہو۔

اللھم صل علی محمد و علی الہ و صحبہ و بارک و سلم

وہ دانائے سبل، ختم رسل، مولائے کل
جس نے غبار راہ کو بخشا فروغ وادیٔ سینا
نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسیں، وہی طٰہٰ
(اقبال)

حضور ﷺ کی ذات ایک مستقل معجزہ ہے

معجزہ سے مراد یہ ہے کہ نبی کے دعوائے نبوت کے ساتھ اس کی ذات سے ایسے کام یا ایسی صفت کا ظاہر ہونا جو عادت کے خلاف ہو اور مخلوقات میں کوئی شخص ایسا کام نبی کا مدمقابل ہو کر نہ کر سکے۔ اسے معجزہ اس لیے کہتے ہیں کہ وہ نبی کے مدِ مقابل کو نبی کے سامنے عاجز کر دیتی ہے جب تک کوئی کام خلاف عادت نہ ہو تو معجزہ نہیں ہو سکتا۔ مثلاً انسان اور بشر کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ عادت جاری فرمائی ہے کہ وہ زمین پر ٹھہرے گا، ہوا میں سانس لے کر زندہ رہے گا، جسمانی اور مادی غذا کے بغیر زندہ نہ رہے گا، وہ زمین پر ہی چلے گا، آسمانوں پر جانا اس کے لیے خرقِ عادت اور خلافِ عادت ہے۔

اسی طرح نوری مخلوق کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ عادت مقرر فرمائی ہے کہ چشم زدن میں آسمانوں سے زمینوں پر آئے اور آنِ واحد میں زمینوں سے آسمانوں پر جائے، مادی غذا گوشت روٹی وغیرہ نہ کھائے، پانی پینا اور ہوا میں سانس لینا نوری مخلوق کی عادت نہیں۔ نوری شخص آگ، پانی، ہوا، مٹی کے بغیر بھی زندہ رہے گا۔ اس کے لیے زمین پر چلنا، روٹی کھانا، پانی پینا، ہوا میں سانس لینا سب خرقِ عادت اور خلافِ عادت ہے۔

حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے بشریت بھی عطا فرمائی اور نورانیت بھی۔ آیت قرآنیہ "قل انما بشر مثلکم" اور حدیث شریف "فانا بشر" حضور ﷺ کی بشریت کی دلیل ہے اور "قد جاء کم من اللہ نور" آیت قرآنیہ اور حدیث پاک "اللھم اجعلنی نورا" حضور ﷺ کی نورانیت کی دلیل ہے۔ جب دونوں صفتیں حضور نبی کریم ﷺ میں ثابت ہو گئیں تو یہ امر ثابت ہو گیا کہ جس طرح آسمانوں پر تشریف لے جانا، مادی غذا کھانے پینے اور ہوا کے بغیر حضور ﷺ کا زندہ رہنا حضور ﷺ کی بشریت مطہرہ کے لیے خرقِ عادت ہونے کے باعث بہت بڑا کمال اور عظیم الشان معجزہ ہے بالکل اسی طرح حضور ﷺ کا کھانا پینا، چلنا پھرنا اور دیگر اوصافِ بشریت کا ذاتِ مقدسہ میں پایا جانا حضور ﷺ کی نورانیت کے لیے خرقِ عادت ہونے کی وجہ سے معجزہ ہے۔

تاہم حضور ﷺ کے تمام معجزات میں سب سے منفرد، یکتا اور یگانہ معجزہ معراج ہے۔ معراج تاریخ انسانی کا وہ سب سے اچھوتا اور انوکھا معجزہ ہے جو صرف حضور ﷺ کے شایانِ شان تھا، کسی مخلوق میں دوسرا اس کا اہل تھا نہ کسی کو اس سے نوازا گیا اور یہی معجزہ معراج ہمارے مقالے کا موضوع ہے۔

اس موضوع پر تفصیلاً لکھنے سے پہلے بطور تمہید چند باتیں معجزہ کی ماہیت اور اس کی دینی حیثیت پر تحریراً پیش کی جاتی ہیں۔

معجزہ

لفظی معنی: اس کے معنی ہیں عاجز کرنے والا، وہ کام جس کو کرنے پر عام انسان قادر نہ ہو، خرقِ عادت، کرامات قانون قدرت سے بڑھ کر واقعہ، اعجاز، نبیوں کے کرشمے، حیرت میں ڈالنے والی بات، انوکھی بات، وہ خرقِ عادت جس کے موافق نبی کے سوا کوئی دوسرا نہ کر سکے معجزہ اور اگر کسی ولی اللہ سے ظاہر ہو تو کرامت اور جو کافر سے سرزد ہو تو استدراج کہلاتا ہے وہ خلافِ قانونِ قدرت بات جو نبی سے ظاہر ہو۔

اصطلاحی معنی: کسی نبی یا رسول کی نبوت کو ظاہر کرنے کے لیے کسی ایسی تعجب خیز چیز کا مظاہرہ کرنا جو عادتاً محال ہو معجزہ کہلاتا ہے۔

علمائے اسلام نے معجزہ کی تعریف یوں کی ہے:

"الاتیان بامر خارق للعادۃ یقصد بہ بیان صدق من ادعی انہ رسول اللہ

المسامرہ وغیرھا من کتب العقائد"۔

"یعنی مدعی نبوت کی سچائی ثابت کرنے کے لیے کسی ایسے امر کا ظہور پذیر ہونا جو عادت کے خلاف ہو اسے معجزہ کہتے ہیں"۔

دین میں معجزات کی حیثیت

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جس قوم اور ملت میں بھی انبیاء ورسل مبعوث فرمائے ہیں وہاں انہیں وحی کے ساتھ ساتھ معجزات سے بھی نوازتے رہے ہیں۔ جس ماحول (Society) میں بھی نبی ورسول آتے ہیں اس سوسائٹی میں ان کے مخاطب دو ہی قسم کے لوگ ہیں ایک وہ جو ان کی بات سن کر فوراً ایمان لے آتے ہیں، شکوک شبہات اور تذبذب کا شکار نہیں ہوتے یہی لوگ اسلام قبول کر لیتے ہیں اور جنت کے حق دار ٹھہرتے ہیں جب کہ دوسری قسم کے لوگ وہ ہیں جن کی عادت یہ ہے کہ نبی کو تنگ کرنا، اذیت دینا، بات نہ ماننا، مذاق اڑانا اور اس قسم کے حربے آپ انبیاء کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ ایسے لوگ ہٹ دھرم اور ڈھیٹ ہوتے ہیں۔

ان حالات میں اللہ تبارک وتعالیٰ جہاں وحی سے انبیاء ورسل کی رہنمائی کرتے ہیں وہاں معجزات سے بھی نوازتے ہیں تاکہ اس معاشرے کے تمام مخاطبین کو پتہ چل جائے کہ یہ خود ساختہ نبی نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی تائید بھی حاصل ہے تو خرقِ عادت ان سے یہ واقعات رونما ہو رہے ہیں۔

معجزات پر ایمان

دین اسلام (جو آدم علیہ السلام سے لے کر رسول اللہ ﷺ تک اور اب یہ قیامت تک کا دین ہے) میں کسی بھی نبی سے جاری ہونے والے معجزے کے بارے میں مسلمانوں کا اعتقاد یہ ہے کہ یہ برحق ہے اور وہ اللہ کی دی ہوئی طاقت سے یہ معجزہ صادر کر رہا ہے تاکہ معاشرے کے مخاطب لوگ نبی کی خدائی تائید کا مظاہرہ دیکھ کر ایمان لے آئیں اور جو کوئی اس کا انکار کرے تو "مبتدع" کہلاتا ہے۔

انبیاء سے معجزات کا صادر ہونا

ہر نبی کا معجزہ چونکہ اس کی نبوت کے ثبوت کی دلیل ہوا کرتا ہے اس لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر نبی کو اس کے دور کے ماحول اور اس کی امت کے مزاج، عقل و فہم کی مناسبت سے معجزات سے نوازا۔ یہاں چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

1۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور میں چونکہ جادو اور ساحرانہ کارنامے اپنی ترقی کی اعلیٰ ترین منزل پر پہنچے ہوئے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو "ید بیضا اور عصا" کے معجزات سے نوازا، جن سے آپ نے جادوگروں کے ساحرانہ کارناموں پر اس طرح غلبہ حاصل کیا کہ تمام جادوگر سجدے میں گر پڑے اور آپ کی نبوت پر ایمان لے آئے۔

2۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں علم طب انتہائی معراج پر تھی اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مادر زاد اندھوں اور کوڑھیوں کو شفا دینے اور مُردوں کو زندہ کر دینے کا معجزہ عطا فرمایا۔

3۔ حضرت صالح علیہ السلام کے دور میں سنگ تراشی اور مجسمہ سازی عروج پر تھی اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے چٹان سے زندہ اونٹنی اور اس کا بچہ زندہ حالت میں آمد کروایا۔

الغرض اسی طرح ہر نبی کو اس دور کے ماحول کے مطابق اور اس کی قوم کے مزاج اور ان کی افتادہ طبع کے متناسب کسی کو ایک کسی کو دو اور کسی کو اس سے بھی زیادہ معجزات سے نوازا مگر ہمارے رسول اور نبی مکرم ﷺ آخر الزمان نبی ہونے کے ساتھ ساتھ تمام انبیاء کے بھی نبی ہیں اس لیے آپ ﷺ کی سیرت مقدسہ تمام انبیاء علیہم السلام کی مقدس زندگیوں کا خلاصہ اور آپ ﷺ کی تعلیم تمام انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کا نچوڑ ہے اور آپ ﷺ دنیا میں ایک عالمگیر اور ابدی دین لے کر تشریف لائے ہیں اور عالم کائنات میں اولین اور آخرین کے تمام اقوام اور آپ کی مقدس دعوت کے مخاطب تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی ذات مقدسہ کو سابقہ انبیاء ومرسلین کے تمام معجزات کا مجموعہ بنا دیا اور آپ ﷺ کو طرح طرح کے ایسے بے شمار معجزات سے سرفراز فرمایا جو ہر طبقہ، ہر گروہ، ہر قوم اور تمام اہلِ مذاہب کے مزاجِ عقل وفہم کے لیے ضروری تھا۔

دوسری بات یہ ہے کہ آپ ﷺ کا لایا ہوا مکمل دین رہتی دنیا تک کے لیے تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ایسے تمام معجزات سے سرفراز فرمایا جو آئندہ آنے والے ہر دور میں ترقی کرنے والی ملت و قوم کے لیے معجزہ بھی ثابت ہو۔

یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے معجزات کی تعداد ہزار دو ہزار کی گنتیوں میں شمار کرنا انتہائی دشوار ہے کیونکہ آپ ﷺ کی ذات سابقہ انبیاء کے معجزات کا مجموعہ ہے اور ان کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو دوسرے ایسے بے شمار معجزات سے نوازا جو کسی اور نبی کو نہیں دیئے گئے اس لیے یہ کہنا آفتاب سے زیادہ تابناک ہے کہ آپ ﷺ کی مقدس زندگی کے تمام لمحات درحقیقت معجزات کی ایک دنیا اور خوارقِ عادات کا ایک عالم اکبر ہے۔

معراج

یہ تو تھی معجزات پر تمہیدی گفتگو، اب آیئے معجزہ معراج کی طرف تو سب سے پہلے یہ کہ معراج سے کیا مراد ہے پھر اس کے بعد اپنے موضوع کی طرف آئیں گے۔

لغوی معنیٰ:

علامہ زبیدی حنفی اپنی کتاب تاج العروس میں لکھتے ہیں:

"معراج اور معرج کا معنی ہے سیڑھی یا سیڑھی کے ڈنڈے سے مشابہ اس چیز کو معراج کہتے ہیں جس کو پکڑ کر روحیں چڑھتی ہیں اور معرج اس راستہ کو کہتے ہیں جس پر فرشتے چڑھتے ہیں اس کی جمع معارج ہے"۔

اصطلاحی معنیٰ:

علامہ تفتازانی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے:

"رسول اللہ ﷺ کا بیداری میں اپنے جسم کے ساتھ آسمانوں تک جانا پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے جہاں تک چاہا آپ کا جانا معراج ہے اور یہ حق اور احادیث سے ثابت ہے اور اس کے منکر کو مبتدع کہتے ہیں"۔

انبیاء اور معراج

سنتِ اللہ یہ ہے کہ اللہ رب العزت اپنے بعض مقرب و محترم پیغمبروں کو آغازِ نبوت کے کسی خاص وقت اور مخصوص حالت میں اپنے عجائب قدرت اور غرائب السموات کا مشاہدہ کراتا ہے اور اس وقت شرائط رویت کے تمام مادی پردے اور اسباب ساعت کے تمام دنیاوی قوانین ان کے لیے منسوخ ہو جاتے ہیں اور زمین و آسمان کے مناظر مخفیہ اور عجائب غریبہ بے حجابانہ ان کے سامنے آجاتے ہیں۔ نبی مقدس نور کا حلہ پہن کر بارگاہِ ایزدی میں پیش ہوتے ہیں اور اپنے

درجے کے مناسب مقام پر کھڑے ہوکر ربانی فیوض و برکات حاصل کرتے ہیں چنانچہ بہت سے انبیاء کو اس طرح نوازا گیا۔ ذیل میں کچھ کا ذکر کیا جاتا ہے۔

1۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام جب منصب نبوت پر فائز ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا:

وکذلک نری ابراھیم ملکوت السموات والارض

(پارہ 7: رکوع 14)

''اور اس طرح ہم نے ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کا مشاہدہ کرایا''۔

خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا آسمانوں اور زمین کے اسرار کا مشاہدہ کرنا ہی ان کی معراج تھی۔

2۔ حضرت ادریس علیہ السلام کو جب نوازا گیا تو قرآن میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

واذکروا فی الکتاب ادریس انه کان صدیقانبیاو رفعنه مکانا علیا۔

(پارہ:16، رکوع 7)

''اور قرآن مجید میں ادریس علیہ السلام کا قصہ یاد فرمائیں وہ سچے نبی ہیں اور اس کا مرتبہ ہم نے بلند کیا''۔

روح المعانی میں آیت کی تشریح میں فرمایا کہ حضرت ادریس علیہ السلام کو جنت و دوزخ دکھائی گئی اور یہی ان کی معراج تھی۔

اسی طرح کوہِ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جلوۂ حق کا پرتو دیکھا یہی ان کی معراج تھی۔ کلیم اللہ خدا کی آسان سی تجلی کے متحمل نہ ہو سکے اور بے ہوش ہو گئے۔

قال ربی انی انظر الیک قال لن ترانی ولکن النظر الی الجبل فان استقر مقانه فسوف ترانی فلما تجلی ربه للجبل جعله دکا وخر موسیٰ صعقا فلما افاق قال سبحنک تبت الیک وانا اول المؤمنین۔ (پارہ:9، رکوع 6)

عرض کیا یا رب! مجھے اپنا دیدار دکھا کہ تجھے دیکھ سکوں فرمایا تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا ہاں اس پہاڑ کی طرف دیکھ اگر یہ اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا تو عنقریب تو مجھے دیکھ لے گا پھر جب اس کے رب نے پہاڑ پر اپنا نور چمکایا اسے پاش پاش کر دیا اور موسیٰ گر کر بیہوش ہو گیا پھر جب ہوش آیا تو یوں بولا پاک ہے تجھے میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔

نبی مکرم ﷺ کی معراج

اس قادر وقیوم نے آسمانوں کو بے ستون اور زمین کو بے میخ قیام بخشا۔ جس نے خون کو پستانِ مادر میں شیریں بنایا، جس نے قطرۂ آب سے اشرف المخلوقات کو پیدا فرمایا، جس نے پستہ سے لشکر سے نمرود کو ہلاک کیا، جس نے طیر ابابیل سے اصحاب فیل کو مروایا، جس نے کشتئ نوح کو طوفان سے نجات بخشی، جس نے دریائے نیل سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پار لگایا اور فرعون کو غرق کیا جس نے بھڑکتی آگ کو خلیل کے لیے گلزار کیا، جس نے حضرت یونس علیہ السلام کو بطن حُوت میں سمندر کی سیر کرائی، جس نے شاہ سکندر ذوالقرنین کو مشرق و مغرب کی زمین دکھائی، جس نے تخت سلیمان علیہ السلام کو ہوا میں معلق کیا، جس نے داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں لوہے کو موم کر دیا، جس نے موسیٰ علیہ السلام کو کلیم اللہ بنا کر جبل طور پر بلایا، جس نے باعلم ابن الحود کو نار دوزخ میں جلایا اور ساحران فرعون کو مع آسیہ کے جنت میں پہنچایا وہی رب سبحان ذات پاک معبود اپنے بندے مقبول وم حبوب بندے، ممتاز بندے، محمد رسول اللہ ﷺ کو نصف رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک اور وہاں سے سدرۃ المنتہیٰ اور سدرۃ المنتہیٰ سے عرش اعظم تک لے گیا۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ معراج کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں جس کا ترجمہ یوں ہے

''خدا ہرگز مکاں نہیں رکھتا اور نہ اس پر کوئی زمانہ گزرتا ہے لیکن چاہتا تھا کہ فرشتوں اور آسمانوں کے باسیوں کو اپنے محبوب پیغمبر کی تشریف آوری سے عزت بخشے اور انہیں آپ ﷺ کی زیارت کا شرف عطا فرمائے نیز آپ ﷺ کو اپنی عظمت کے عجائبات دکھائے تاکہ واپس آ کر آپ ﷺ انہیں لوگوں سے بیان کریں''۔

شب معراج تیرے کشف وحقائق کے نثار
کھل گیا عقدہ لولاک لما آج کی رات

حضور ﷺ کے مراتب مدارج میں معراج کو ایک ممتاز حیثیت حاصل ہے جو تمام نبیوں میں صرف آپ ﷺ ہی کو حاصل ہے اور وہ خصوصیت یہ ہے کہ فرشتوں کے ایک بڑے بھاری اعزاء جلوس کے ساتھ نہایت شان وشوکت سے برق رفتار براق پر سوار ہو کر مسجد اقصیٰ پہنچے، وہاں تمام انبیاء کرام انتظار میں جمع تھے سب نے آپ ﷺ کی اقتداء کرتے ہوئے نماز دوگانہ ادا کی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے تمام آسمانوں، سدرۃ المنتہیٰ، حوض کوثر اور بہشت کے عجائب وغرائب دیکھے جو نہ کسی آنکھ نے آج تک دیکھے اور نہ کان سے سنے اور نہ کسی انسان کے وہم وگمان کی آج تک وہاں رسائی ہوئی، حجابِ کبریا سے پار ہوئے، قاب قوسین اوادنیٰ کی شان سے نوازے گئے، دیدار الٰہی سے مشرف ہوئے، مازاغ کے لقب سے سرفراز ہوئے مگر پھر عالم ناسوت میں واپس تشریف لائے تاکہ آپ ﷺ کی امت کسی گناہ کے سبب عذاب عامہ میں مبتلا ہو کر فنا نہ ہو جائے۔

زمین وآسمان کے خود بخود اٹھ جائیں گے پردے
، حجابات محمد میں نظر آئیں گے جلوے
اور کیا غیب ہو بھلا تم سے نہاں
جب خدا ہی نہ چھپا تم پر کروڑوں درود وسلام

نبی مکرم ﷺ کے ساتھ پیش آنے والا یہ واقعہ مکہ شریف میں ہجرت سے تقریباً ایک سال پہلے رونما ہوا۔ اس واقعہ کو قرآن مجید میں تین مقامات پر ذکر کیا گیا ہے۔ جبکہ احادیث کی کتب میں بھی اس واقعہ پر بہت سی کتب موجود ہیں۔ یہاں اختصار کے ساتھ الجامع الصحیح البخاری اور مسلم شریف سے چند احادیث پیش کی جاتی ہیں جن پر تفصیل کے ساتھ اپنے موضوع کی مطابقت سے موقع پر بحث کی جائے گی۔

واقعہ معراج قرآن میں

(سورۂ بنی اسرائیل: 1)

(سورۂ بنی اسرائیل: 20)

(سورۂ النجم: 1 تا 18 تک)

معراج کی تفصیلات احادیث کی روشنی میں

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے پاس براق لایا گیا، لمبے قد اور سفید رنگ کا چوپایہ تھا، گدھے سے بڑا اور خچر سے کم تھا، اس کا قدم نظر کی انتہا پر پڑتا تھا، میں اس پر سوار ہو کر بیت المقدس تک پہنچا اور جس جگہ انبیاء علیہ السلام اپنی سواریوں کو باندھتے تھے وہاں میں نے اس کو باندھ دیا، پھر میں مسجد میں داخل ہوا اور اس میں دو رکعات پڑھ کر باہر آیا۔ جبرئیل علیہ السلام میرے پاس ایک برتن میں شراب اور دوسرے میں دودھ لے کر آئے، میں نے دودھ

لے لیا، جبرئیل نے کہا کہ آپ نے فطرت کو اختیار کیا، پھر مجھے آسمان پر لے جایا گیا اور جبرائیل نے آسمان کا دروازہ کھٹکھٹایا، پوچھا تم کون ہو؟ کہا جبرائیل، پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے؟ محمد ﷺ، پوچھا کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ کہاں ہاں انہیں بلایا گیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا پھر ہمارے لیے آسمان کا دروازہ کھول دیا گیا اور میری حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی انہوں نے مجھے مرحبا کہا اور دعا دی۔ پھر ہمیں دوسرے آسمان پر لے جایا گیا اور جبرائیل نے دروازہ کھٹکھٹایا آواز آئی تم کون ہو؟ کہا جبرائیل، پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد ﷺ پوچھا کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ کہا ہاں انہیں بلایا گیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا پھر ہمارے لیے آسمان کا دروازہ کھول دیا گیا اور حضرت عیسیٰ بن مریم اور حضرت یحییٰ بن زکریا علیہم السلام دو خالہ زاد بھائیوں سے میری ملاقات ہوئی ان دونوں نے مجھے مرحبا کہا اور دعا دی۔ پھر ہمیں تیسرے آسمان پر لے جایا گیا، جبرائیل نے دروازہ کھٹکھٹایا آواز آئی کون ہو؟ کہا جبرائیل، پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد ﷺ پوچھا گیا کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ کہاں ہاں انہیں بلایا گیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا پھر ہمارے لیے آسمان کا دروازہ کھول دیا گیا اور میری حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی جن کو اللہ تعالیٰ نے تمام حسن کا آدھا حصہ عطا فرمایا ہے انہوں نے مجھے مرحبا کہا اور دعا دی، پھر ہم کو چوتھے آسمان پر لے جایا گیا۔ جبرائیل نے آسمان کا دروازہ کھٹکھٹایا پوچھا کون ہو؟ کہا جبرائیل، پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد ﷺ پوچھا کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ کہاں ہاں بلایا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پھر ہمارے لیے آسمان کا دروازہ کھول دیا گیا اور میری حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی انہوں نے مجھے مرحبا کہا اور دعا دی اللہ تعالیٰ نے حضرت ادریس کے بارے میں فرمایا ہم نے ان کو بلند مقام عطا فرمایا ہے۔ پھر ہم کو پانچوں آسمان کی طرف لے جایا گیا۔ جبرائیل نے دروازہ کھٹکھٹایا، پوچھا کون ہے؟ کہا جبرائیل، پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہاں محمد ﷺ پوچھا کیا انہیں بلایا گیا ہے، کہاں ہاں بلایا گیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا پھر ہمارے لیے آسمان کا دروازہ کھول دیا گیا اور حضرت ہارون علیہ السلام سے میری ملاقات ہوئی انہوں نے مجھے مرحبا کہا اور دعا دی۔ پھر ہم کو چھٹے آسمان پر لے جایا گیا۔ جبرائیل نے دروازہ کھلوایا پوچھا کون ہے؟ کہا جبرائیل، پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد ﷺ پوچھا گیا انہیں بلایا گیا ہے؟ کہا ہاں بلایا گیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا پھر ہمارے لیے آسمان کا دروازہ کھول دیا گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے میری ملاقات ہوئی انہوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور دعا دی۔ پھر ہم کو ساتویں آسمان پر لے جایا گیا۔ جبرائیل علیہ السلام نے دروازہ کھلوایا پوچھا کون ہے؟ کہا جبرائیل، پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد ﷺ پوچھا کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ کہاں ہاں انہیں بلایا گیا ہے، پھر ہمارے لیے دروازہ کھول دیا گیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے میری ملاقات ہوئی جو وہ بیت المعمور سے ٹیک لگائے ہوئے تھے اور اس بیت المعمور میں ہر روز ستر ہزار فرشتے جاتے ہیں اور جو فرشتہ ایک بار ہوآئے اسے دوبارہ موقع نہیں ملتا۔

پھر جبرائیل علیہ السلام مجھے سدرۃ المنتہیٰ (بیری کا درخت) پر لے گئے جس کے پتے ہاتھی کے کان اور پھل مٹکوں کے برابر تھے اور وہ درخت اللہ کے حکم سے اس قدر حسین بن گیا کہ کوئی شخص اس کی خوبصورتی بیان نہیں کرسکتا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جو چاہا مجھ پر وحی کی اور مجھ پر ایک دن اور رات میں پچاس نمازیں فرض کیں، جب میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا تو انہوں نے کہا آپ کے رب نے آپ کی امت پر کیا فرض کیا ہے؟ میں نے کہا ہر دن رات میں پچاس نمازیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا اپنے رب کے پاس جا کر تخفیف کا سوال کیجیے کیونکہ آپ کی امت پچاس نمازیں نہ پڑھ سکے گی۔ میں اس آزمائش میں پڑ کر بنی اسرائیل کا تجربہ کر چکا ہوں۔ میں اپنے رب کے پاس لوٹا اور کہا اے میرے رب میری امت پر کچھ تخفیف فرما، اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں کم کردیں، میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں کم کر دی ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا آپ کی امت اتنی نمازیں نہ پڑھ سکے گی جایئے جا کر تخفیف کا سوال کیجیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ کے پاس جاتا وہ پانچ نمازیں کم کردیتا اور موسیٰ علیہ السلام پھر تخفیف کے لیے مجھے اللہ تعالیٰ کے پاس بھیج دیتے، یہ سلسلہ یونہی چلتا رہا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد! دن اور رات کی پانچ نمازیں ہیں اور ہر نماز کا دس گنا اجر ہوگا پس یہ پچاس نمازیں ہو جائیں گی اور جو شخص نیک کام کا قصد کرے اور پھر وہ نیک کام نہ کرے اس کے لیے ایک نیکی لکھی جائے گی اگر وہ اس نیکی کو کرے تو دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور جو شخص برے کام کا قصد کرے اور وہ برا کام نہ کرے تو اس کے نامۂ اعمال میں کچھ نہیں لکھا جائے گا اور اگر برا کام کرے گا تو اس کی ایک برائی لکھی جائے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پھر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا اور ان کو ان احکام کی خبر دی انہوں نے پھر کہا اپنے رب کے پاس جا کر مزید تخفیف کا سوال کیجیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے کہا میں نے بار بار اپنے رب کے پاس درخواست کی اور اب مجھے حیا آتی ہے۔

۞ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بتلایا کہ آپ ﷺ (بچپن میں) بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے اچانک جبرائیل آئے اور آپ ﷺ کو لٹا کر آپ کا سینہ چیر کر دل نکال لیا پھر دل میں سے جما ہوا خون نکالا اور کہا یہ شیطان کا حصہ تھا پھر دل کو سونے کے طشت میں رکھ کر زمزم کے پانی سے دھویا پھر اس کو جوڑ کر اپنی جگہ پر رکھ دیا، یہ منظر دیکھ کر بچے دوڑے ہوئے حضور کی رضاعی ماں (حلیمہ) کے پاس گئے اور کہا محمد ﷺ کو قتل کر دیا گیا، یہ سن کر سب دوڑ کر کے پاس آئے اور دیکھا تو حضور ﷺ کا رنگ متغیر تھا حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے سینے پر اس سلائی کے نشانات دیکھے تھے۔ حضرت انس بس مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا مجھے فرشتے زمزم پر لے گئے، میرا سینہ چاک کیا اور زمزم کے پانی سے دھویا، پھر مجھے چھوڑ دیا۔

۞ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جن دنوں میں مکہ میں تھا میرے مکان کی چھت کھولی گئی جبرائیل علیہ السلام اترے اور انہوں نے میرا سینہ چاک کیا پھر اس کو زمزم کے پانی سے دھویا، پھر ایک سونے کا طشت ایمان اور حکمت سے بھر کر لائے۔ پھر ایمان اور حکمت کو میرے سینہ میں رکھ کر سینہ جوڑ دیا، پھر میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے آسمانوں کی طرف لے گئے۔ جب ہم پہلے آسمان پر پہنچے تو جبرائیل علیہ السلام نے اس آسمان

کے پہرہ دار سے کہا دروازہ کھولو، اس نے پوچھا کون ہے؟ کہا جبرائیل، پوچھا گیا آپ کے ساتھ کوئی ہے؟ کہاں ہاں میرے ساتھ محمد ﷺ ہیں، پوچھا کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ کہاں ہاں بلایا گیا ہے، پھر اس کے دروازہ کھول دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب ہم آسمان دنیا کے اوپر پہنچے تو دیکھا ایک شخص تھا جس کے دائیں بائیں بکثرتِ مخلوق تھی، وہ دائیں طرف دیکھ کر ہنستے اور بائیں طرف دیکھ کر روتے، انہوں نے مجھے دیکھ کر کہا خوش آمدید اے صالح بیٹے اور صالح نبی میں نے جبرائیل علیہ السلام سے کہا یہ کون ہیں انہوں نے کہا یہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور ان کے دائیں بائیں جانب دیکھ کر روتے ہیں۔ پھر جبرائیل مجھے لے کر دوسرے آسمان پر پہنچے اور دوسرے آسمان کے پہرہ دار سے کہا دروازہ کھولو اور وہ تمام سوال وجواب ہوئے جو پہلے آسمان کے پہرہ دار سے ہوئے تھے اور اس نے دروازہ کھول دیا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی آسمانوں پر حضرت آدم، حضرت ادریس، حضرت عیسیٰ، حضرت موسیٰ اور ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور یہ نہیں بتایا کہ کس آسمان پر کس نبی سے ملاقات ہوئی البتہ یہ بتلایا کہ پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام سے اور چھٹے آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور جب حضور ﷺ کی حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا خوش آمدید ہو صالح نبی اور صالح نبی اور صالح بھائی کو خوش آمدید ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں نے کہا یہ کون ہے انہوں نے کہا یہ موسیٰ علیہ السلام ہیں پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی انہوں نے کہا خوش آمدید اور صالح نبی اور صالح بھائی کو، میں نے کہا یہ کون ہیں؟ کہا یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ پھر حضرت ابراہیم سے ملاقات ہوئی انہوں نے کہا خوش آمدید ہو صالح نبی اور صالح بیٹے کو، میں نے کہا یہ کون ہیں؟ کہا یہ ابراہیم علیہ السلام ہیں، ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابن عباس اور ابو حبہ انصاری نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے معراج کرائی گئی یہاں تک کہ میں مقام استواء پر پہنچا، وہاں میں نے قلموں کی آواز سنی اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری امت پر پچاس نمازیں فرض کیں میں ان نمازوں کو لے کر لوٹا اور راستے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی انہوں نے پوچھا آپ کے رب نے آپ کی امت پر کیا فرض کیا ہے؟ میں نے کہا پچاس نمازیں، موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا واپس جائیے کیونکہ آپ کی امت میں ان کی طاقت نہیں ہے میں اپنے رب کے پاس گیا، اللہ تعالیٰ نے کچھ نمازیں کم کر دیں پھر جب موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور انہیں بتلایا تو انہوں نے فرمایا اپنے رب کے پاس واپس جائیے کیونکہ آپ کی امت میں ان کی طاقت نہیں ہے، پھر میں اپنے رب کے پاس گیا اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض کر دیں اور فرمایا اجر پچاس کا ملے گا میرے قول میں تبدیلی نہیں ہوتی پھر جب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا تو انہوں نے کہا اپنے رب کے پاس جائیے میں نے کہا اب مجھے اپنے رب سے حیا آتی ہے۔ پھر جبرائیل مجھے سدرۃ المنتہیٰ پر لے گئے جس پر ایسے ایسے عجیب و غریب رنگ چھائے ہوئے تھے جس کو میں قیاس سے نہیں بتا سکتا پھر مجھے جنت میں لے جایا گیا جہاں موتیوں کے گنبد تھے جس کی مٹی مشک تھی۔

۞ امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے حضرت مالک بن صعصعہ کی روایت ذکر کی کہ میرے پاس سونے کا ایک طشت لایا گیا جو ایمان اور حکمت سے بھرا ہوا تھا پھر سینہ کو پیٹ کے نیچے تک چیرا گیا پھر اس کو زمزم کے پانی سے دھویا گیا اور پھر اس کو ایمان اور حکمت سے بھر دیا۔

۞ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے معراج کا ذکر فرمایا اور بتلایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قبیلہ شنوہ کے لوگوں کی طرح قد لمبا تھا اور گندم گوں تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا متوسط قد تھا اور جسم کا گٹھا ہوا اور آپ ﷺ نے جہنم کے خوازن اور دجال کا ذکر بھی فرمایا۔

۞ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شب معراج میری حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ قبیلہ شنوہ کے لوگوں کی طرح تھے۔ دبلہ پتلا جسم اور بالوں میں کنگھی کی ہوئی تھی اور فرمایا میری عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی ان کا متوسط قد تھا اور سرخ رنگ تھا اور ایسے تروتازہ تھے گویا ابھی حمام سے نکلے ہوں اور میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا اور میں ان کی اولاد میں سب سے زیادہ مشابہ ہوں پھر میرے پاس دو پیالے لائے گئے ایک میں دودھ اور دوسرے میں شراب تھی مجھ سے کہا گیا ان میں سے جو چاہے لے لو میں نے دودھ لے کر پی لیا فرشتے نے مجھ سے کہا آپ نے فطرت کو پا لیا اگر آپ شراب لے لیتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی۔

۞ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کو معراج کرائی گئی تو آپ کو سدرۃ المنتہیٰ پر لے جایا گیا سدرہ چھٹے آسمان پر ہے۔ زمین سے اوپر جانے والی چیزیں سدرہ پر جا کر رک جاتی ہیں پھر انہیں وصول کیا جاتا ہے اور پھر اوپر سے نیچے آنے والی چیزیں اس تک آ کر رک جاتی ہیں پھر انہیں وصول کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا سدرہ کو ڈھانپ لیا جس چیز نے بھی ڈھانپ لیا یعنی سونے کے پروانوں نے، حضرت عبد اللہ نے کہا رسول اللہ ﷺ کو تین چیزیں دی گئی پانچ نمازیں، سورہ بقرہ کا آخری حصہ اور شرک کے سوا آپ کی امت کے لیے تمام گناہوں کی معافی۔

۞ شریک بن مالک کا بیان ہے کہ میں نے حضرت انس بن مالک کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس رات رسول اللہ ﷺ کو خانہ کعبہ سے معراج کروائی گئی تو آپ ﷺ کی طرف وحی آنے سے پہلے تین افراد حاضر بارگاہ ہوئے اور آپ ﷺ مسجد حرام میں سوئے ہوئے تھے ان میں سے ایک نے کہا کہ وہ کون سے ہیں درمیان والے نے کہا کہ وہ ان میں بہتر ہیں آخری نے کہا کہ ان کے بہتر فرد کو لے لو اس رات یہی سمجھ ہوا۔ یہاں تک کہ وہ دوسری رات آئے جس کے اندر کہ دل ان کو دیکھ رہا تھا اور آنکھیں سو رہی تھیں اور آپ ﷺ کا دل نہیں سو رہا تھا اور اسی طرح تمام انبیائے کرام کی آنکھیں سوتی تھیں لیکن دل نہیں سوتا تھا۔ ان فرشتوں نے آپ ﷺ سے کوئی بات نہیں کی۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کو اٹھا کر چاہ زمزم کے پاس لے گئے اور وہاں رکھ دیا۔ ان میں سے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے یہ کام سنبھالا کہ گلے سے دل کے نیچے تک سینہ مبارک کو چاک کر دیا یہاں تک کہ سینہ مبارک اور شکم اطہر کو خالی کر دیا پھر اپنے ہاتھ

سے آبِ زمزم کے ساتھ اسے دھویا یہاں تک کہ شکم مبارک کو صاف کر دیا پھر سونے کا ایک طشت لایا گیا اس میں سنہری نور تھا جو ایمان وحکمت سے بھرا ہوا تھا اور اس کے ساتھ سینہ مبارک اور حلق کی رگوں کو بھر دیا اور پھر برابر کر دیا پھر آپ ﷺ کو لے کر آسمان دنیا کی طرف چڑھے پس اس کا ایک دروازہ کھٹکھٹایا۔ آسمان والے پکارے کہ کون ہے کہا کہ جبرائیل ہے انہوں نے پوچھا کہ آپ کے ساتھ کون ہیں جواب دیا کہ میرے ساتھ محمد مصطفی ﷺ ہیں پوچھا کیا یہ بلائے گئے ہیں کہا ہاں انہوں نے کہا کہ خوب آئے، خوش آمدید۔ بقیہ حدیث پہلی حدیث سے ملتی جلتی ہے۔

احادیث معراج کے راوی

حدیث اسراء اور معراج کو مندرجہ ذیل صحابہ کرام اور اسلاف عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے روایت فرمایا جیسا کہ ابن کثیر نے حافظ ابو الخطاب سے تفسیر ابن کثیر میں نقل فرمایا:

1۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ
2۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم
3۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ
4۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ
5۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ
6۔ حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ
7۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ
8۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ
9۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما
10۔ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ
11۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ
12 حضرت عبدالرحمن بن قرظ رضی اللہ عنہ
13۔ حضرت ابوحبہ رضی اللہ عنہ
14۔ حضرت ابولیلیٰ رضی اللہ عنہ
15۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما
16۔ حضرت جابر انصاری رضی اللہ عنہ
17۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ
18۔ حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ
19۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ
20۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ
21۔ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ
22۔ حضرت ابوالحمراء رضی اللہ عنہ
23۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ
24۔ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا
25۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
26۔ حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا

بعض علماء نے ان حضرات کے علاوہ مندرجہ ذیل صحابہ کرام کا اضافہ کیا ہے:

1۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ
2۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ
3۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ
4۔ حضرت ابودردا رضی اللہ عنہ
5۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ
6۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ
7۔ حضرت سفیان رضی اللہ عنہ
8۔ حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا

واقعہ معراج میں دعوتی پہلو

واقعۂ معراج میں حضور ﷺ کی شان اعجاز کی دعوت ہے۔ اس میں آپ ﷺ کی عظمت کمال کا ایک جلوہ بھی ہے اور آپ ﷺ کے مقام نبوت و رسالت کا اظہار بھی، اس میں تبشیر بھی ہے اور انذار بھی، اس میں تعلیم بھی ہے اور تربیت بھی، اس میں تعمیر سیرت بھی اور تشکیل کردار بھی، اس میں کمال عبدیت کے جلوے بھی ہیں اور حسنِ معاشرت کے نمونے بھی، اس میں تہذیب وتمدن کے جوہر بھی ہیں اور معیشت و ریاست کے رنگ بھی۔ گویا معراج از ابتداء تا انتہا سراسر دعوت وحکمت کا عملی نمونہ پیش کرتا ہے۔

اب ہم اس واقعہ کے مختلف دعوتی پہلوؤں پر تفصیلاً گفتگو کرتے ہیں۔

معراجِ عبدیت

اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ تمام تر انسان اس کے عبد ہیں لیکن جس کو تمام انسانوں میں سب سے زیادہ کامل اور عبد اکمل کہا جا سکتا ہے وہ رسول اللہ ﷺ کی ذات مبارکہ ہے۔ اسی لیے سورہ بنی اسرائیل کی پہلی آیت میں واقعہ معراج کے لیے رسول اللہ ﷺ کے لیے جو صفت بیان کی گئی ہے وہ ''عبد'' ہے۔

عبد دیگر عبدہ چیزے دیگر
او سراپا انتظار ایں منتظر

لفظ عبد نشاندہی کرتا ہے کہ یہ افتخار واکرام اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص اپنے فضل و کرم سے رسول اللہ ﷺ کے مقام عبودیت کی وجہ سے تھا کیونکہ انسان کی سب سے بڑی منزل یہی ہے کہ وہ اللہ کا سچا اور صحیح بندہ بن جائے۔ اس کی بارگاہ کے علاوہ کہیں ماتھا نہ جھکائے، اس کے فرمان کے علاوہ کسی کے فرمان کے سامنے سرِ تسلیم خم نہ کرے، جو بھی کام کرے فقط خدا اور اس کے رسول اللہ ﷺ کے لیے ہو اور جو بھی قدم اٹھائے اس کی رضا مطلوب ہو۔

گویا اس میں دعوتی پہلو یہ ہے کہ اے بنی نوع انسان! اگر تو اپنے رب سے تعلق رکھنا چاہتا ہے اور اس کا بندہ بننا چاہتا ہے تو رسول اللہ ﷺ کے راستے پر چلتا جا، تمہیں بھی اللہ کی عبدیت حاصل ہو جائے گی کیونکہ یہاں دعویٰ تو ہر ایک کا ہے کہ ہم اللہ کے بندے ہیں لیکن دلیل کوئی نہیں ہے کہ آیا اللہ نے اپنا بندہ قرار دیا بھی ہے کہ نہیں۔ ہاں ایک ذات ایسی ہے جس کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنا بندہ قرار دیا ہے اور وہ رسول اللہ ﷺ کی ذات مقدسہ ہے بس جو ان کے راستے پر چل کر آئے گا اور ان جیسا عمل وعقیدہ رکھے گا تو رسول اللہ ﷺ کے طفیل اس کو بھی اللہ تعالیٰ اپنا بندہ قرار دے گا

معراج اور رات کی عبادت کی دعوت

علامہ سید محمود آلوسی اپنی تفسیر روح المعانی میں تحریر فرماتے ہیں:

وانما اسری به ﷺ لیلا لمزید الا حتفال به علیه الصلوة والسلام فان اللیل وقت الخلوة والاختصاص ومجالسة الملوک ولا یکاد یدعوا الملک لحضرته لیلا الا من هو خاص عنده وقد اکرام الله تعالیٰ فیه قوما من انبیاء به علیهم السلام بانواع الکرامات وهو کالاصل للنهار۔

''حضور ﷺ کی سیر رات میں مزید احتفال کے لیے ہوئی اس لیے کہ رات اوقات خلوت اور خصوصیت کے لیے ہوتی ہے اور شاہوں کے دربار میں عام اجازت نہیں ہوتی مگر اس کے لیے جو اخص الخواص ہو اور اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو کرم خاص کے ساتھ تمام انبیاء میں خصوصی اعزاز بخشا''۔

خدا کے اور حضور کے وصال کی یہ رات ہے
جمال بار ہے یہ شب جمال کی رات ہے

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''من کثر صلوته باللیل حسن و جهه

بالنہار"

"جو شخص رات کو نماز نوافل پڑھے گا دن کو اس کا چہرہ نور عبادت سے روشن ہوگا"۔

مسلم شریف کی حدیث ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال یتنزل ربنا تبارک وتعالیٰ کل لیلۃ الی السماء الدنیا حین یبقی ثلث الیل الاخر فیقول من یدعونی فاستجب لہ و من یسألنی فاعطیہ و من یستغفرنی فاغفر لہ۔

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہمارا رب ہر رات کے آخری تہائی حصہ میں آسمان دنیا کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور فرماتا ہے کوئی ہے جو مجھ سے دعا مانگے اور میں اس کی دعا قبول کروں، کوئی ہے مجھ سے سوال کرے اور میں اس کو عطا کروں، کوئی ہے جو مجھ سے بخشش طلب کرے اور میں اس کو بخشش دوں"۔

محمد مصطفی ﷺ کا سفر معراج جہاں آپ ﷺ کو زیارتِ باری تعالیٰ سے نوازتا ہے، وہاں غلام رسول کو بھی حضور ﷺ نے محروم نہیں رکھا۔ رسول اللہ ﷺ نے واقعہ معراج میں امت کے لیے یہ دعوت رکھی ہے کہ وہ رات کو اٹھ کر عبادت کرے اپنی جبین کو بارگاہِ ایزدی میں جھکائیں اور یہی وہ وقت ہوتا ہے کہ عبادت میں یکسوئی پیدا ہوتی ہے۔ یہی وہ وقت ہوتا ہے کہ عبادتوں پر تکبر بھی نہیں آتا اور یہی وہ وقت ہوتا ہے کہ بخشش طلب کی جائے تو اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے۔

شقِ صدر میں دعوتی پہلو

حدیث شریف میں ہے کہ

"نبی کریم ﷺ کو جب معراج پر لے جایا گیا تو آپ ﷺ کے سینۂ اطہر کو شق کیا گیا۔ اس کو سنہری تھال میں نکال کر آبِ زمزم سے دھویا گیا۔ پھر ایک دوسرا تھال لایا گیا جس میں حکمت اور ایمان رکھی ہوئی تھی تب رسول اللہ ﷺ کے دل کو ایمان اور حکمت سے بھر دیا گیا اور پھر واپس اپنے مقام پر رکھ دیا گیا"۔

اس میں مندرجہ ذیل دعوتی پہلو ہیں:

1۔ رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس کی فضیلت بیان کی گئی۔

2۔ اس میں آب زمزم کی فضیلت بھی بیان ہوئی کہ یہ عام پانی کی طرح نہیں ہے اس لیے اس کے احکامات بھی عام پانی پینے کی طرح نہیں ہیں اور مزید یہ کہ اس پانی کو رسول اللہ ﷺ کے قلب مبارک سے مس کر کے وہ فضیلت عطا فرمائی گئی جو کوثر و تسنیم کے پانی کو میسر نہیں۔

3۔ قلب اطہر میں ایسی قوت قدسیہ بالفعل ہو جائے جس سے آسمانوں پر تشریف لے جانے اور عالم سموات کا مشاہدہ کرنے بالخصوص دیدار الٰہی سے مشرف ہونے میں کوئی دقت و دشواری پیش نہ آئے۔

4۔ شق صدر میڈیکل سائنس کے سرجری کے طالب علم کے لیے مزید ریسرچ کی دعوت دیتا ہے کہ سرجری بھی ہوئی اور خون بھی نہ بہا۔ اسی لیے روح البیان جلد 5 کے صفحہ نمبر 106 پر شیخ اسماعیل حقی لکھتے ہیں:

فلم یکن الشق بالہ و لم یسل الدم

شق صدر کسی آلہ سے نہ تھا، نہ اس شگاف سے خون بہا

5۔ حکمت سے سینۂ اطہر رسول کو بھرنا ایک معنی خیز بات ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کو بارگاہِ ایزدی سے جو نعمتیں عطا ہوتی ہیں ان میں ایک خاص اور نہایت ہی اہم نعمت یہ حکمت ہے اور دعائے ابراہیم و اسماعیل بھی یہ تھی کہ "**ویعلمہ الکتاب والحکمۃ**" کتاب کی تعلیم اور حکمت دے۔

حکمت ایک آسانی فہم، نورانی قوت ہے جو بشری عقل سے فوق ہے جس کے ذریعے اسرار شریعت، مجمل و فہم امور کی تبیین، حق و باطل کی تمیز وغیرہ میں راہنمائی کرتی ہے۔ ابن زید نے کہا:

"**الحکمۃ الدین الذی لا یعرفونہ الا بہ**"

"حکمت دین کا وہ حصہ ہے جو رسول اللہ ﷺ کے ذریعے سے ہی معلوم ہو"۔

آج اس مسلم معاشرے کو شریعت کے اسرار و رموز کی از حد ضرورت ہے وہ ایسے کہ نبی مکرم ﷺ کی ہر سنت میں کوئی نہ کوئی حکمت ضرور پنہاں ہے اب ضرورت اس امر کی ہے اس سنت میں کیا حکمت پنہاں ہے جس نے اس کا سراغ لگا لیا گویا اس نے رسول اللہ ﷺ کی سنت کو اس کی اصل کے ساتھ سمجھ لیا اور لامحالہ اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ معاشرے میں پیدا ہونے والے متفرق الاذہان بھی ایک بات پر اکٹھے ہو جائیں گے۔ آج کل مسلم معاشرے میں ہو یہ رہا ہے کہ ایک شخص اٹھتا ہے اور وہ ایک حدیث کے ظاہری متن کو لیتے ہوئے اس پر عمل کرتا ہے اور نیا فرقہ بنا لیتا ہے اور اس کے نزدیک یہ سنت فائق ہو جاتی ہے جبکہ دوسرے فرائض سنت کی طرف اس کا عمل سستی کا مظاہرہ کرتا ہے۔

6۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"انسانی جسم میں ایک ٹکڑا ایسا ہوتا ہے جب وہ صحیح ہو جائے تو پورا جسم صحیح ہو جاتا ہے اور جب وہ خراب ہو جائے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے اور وہ دل ہے"۔

تصوف کے تمام سلاسل میں تربیت کا جو نظام رائج ہے اس میں مرکزی بات یہ ہوتی ہے کہ انسان کا قلب صحیح ہو جائے اس لیے ان کے ہاں سارا زور اس بات پر صرف کیا جاتا ہے کہ مسلمان کا دل اللہ اللہ کرنے لگ جائے کیونکہ اگر یہ صحیح ہو گیا تو باقی سارا جسم بھی صحیح ہو جائے گا۔

براق کی رفتار میں دعوت

نبی مکرم ﷺ نے براق کے متعلق فرمایا:

"جہاں نظر کی انتہا تھی وہاں اس کا قدم پڑتا تھا"۔

روشنی 286000 فی سیکنڈ کی رفتار سے چلتی ہے جس بجلی کی رفتار اتنی زیادہ ہے اور جسے انسان نے ایجاد کیا ہے مگر وہ براق جسے خالق کائنات نے پیدا کیا ہے اور محبوب کی سواری کے لیے منتخب فرمایا ہے اس کی تیز رفتاری کا انکار کیسے کیا جا سکتا ہے جتنی دور تک ہماری نظر جا سکتی ہے اتنی دور تک براق کا قدم ہوتا تھا جس براق کی رفتار اتنی تیز ہو اور جو براق پر سوار ہو اس کی رفتار کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔

سائنس دان جو آج کل میزائل اور راکٹ کی تحقیق تک پہنچے ہیں لیکن ابھی تک وہ اپنی رفتار روشنی کی رفتار بھی نہیں پہنچا سکے ہیں وہ براق کی رفتار تک کیسے پہنچ سکتے ہیں

اے تحقیق کی دنیا سے وابستہ سائنس دانوں! واقعہ معراج تمہیں تحقیق اور جستجو کی دعوت دیتا ہے اگر تم کو دورانِ تحقیق کچھ سمجھ نہ آئے تو پھر دراقدس رسول ﷺ

پر حاضری دے دینا وہ تمہیں ضرور بضرور راہنمائی عطا فرمائیں گے۔

معراج کی رات براق پر سوار ہونے سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے توقف فرمایا اور سر مبارک نیچے جھکا لیا تو جبرائیل کو خطاب ہوا کہ اے جبرائیل! میرے دوست سے توقف کا سبب دریافت کرو، اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کل قیامت کے روز جب میری امت کے لوگ قبروں سے باہر آئیں گے تو پل صراط کی مسافت (جو 50000 سال کی ہے) سواری کے بغیر کیسے طے کریں گے تب اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی۔

یوم نحشر المتقین الی الرحمن وفدا

(سورہ مریم:85)

''جس دن ہم پرہیز گاروں کو رحمان کی طرف لے جائیں گے مہمان بنا کر''۔

مفسرین نے لکھا کہ اس سے مراد براق کے ذریعے پرہیز گاروں کا سفر ہے۔

معراج اور اسلامی تہذیب وتمدن

بیت الحرام سے بیت المقدس کے دوران 3 مختلف مقامات (مدینہ منورہ، طور سینا، بیت اللحم) پر جبرائیل نے عرض کی کہ آپ ان مقامات کو شرف بخشیں اور 2,2 رکعت نفل ادا فرمائیں آپ ﷺ نے ایسا ہی کیا۔

تاریخ یہ بتلاتی ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار کے لگ بھگ انبیاء ورسل اس دنیا میں تشریف لائے ان میں سے اکثر کا علاقہ تقریباً بیت الحرام سے بیت المقدس ہی کا بنتا ہے۔ اس میں قوم موسیٰ بھی ہے اور قوم عیسیٰ بھی، اس میں قوم عاد بھی ہے اور قوم ثمود بھی اور ان جیسے دوسرے انبیاء ورسل کی قومیں آباد رہی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جو آپ ﷺ کو ان قوموں کا مشاہدہ کرایا اس کی روشنی میں آپ ﷺ نے ہجرت کے بعد جس مثالی معاشرے کی تشکیل وتعمیر کرنی تھی اس میں فرعون، ہامان اور قارون جیسے لوگوں کی قطعاً گنجائش نہیں تھی اور نہ ہے کیونکہ جس معاشرے میں ایسی خصلت کے لوگ ہوتے ہیں وہ معاشرہ غیر فطری غیر انسانی یعنی غیر اسلامی ہوتا ہے اور ایسا معاشرہ مکمل طور پر استحصالی معاشرہ ہوتا ہے۔

اس لیے رسول اللہ ﷺ کو اس راستے کا مشاہدہ کروا کر ان قوموں کے بارے میں تفصیلی راہنمائی فرما دی تا کہ آئندہ پیش آنے والے حالات میں حکمتِ عملی تیار کی جا سکے

حمدِ الٰہی کی نیرنگیاں (دعوتِ توحید)

سید المرسلین، امام الانبیاء، خاتم النبیین جب مسجد اقصیٰ میں داخل ہوئے تو تارے جھکے، ملائکہ نے سلامی دی، مسجد اقصیٰ کی دیواریں بھی تعظیم بجا لائیں، انبیاء کرام نے صلوٰۃ وسلام نچھاور کیے اور جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کا تعارف کچھ اس طرح کرایا:

''یہ ہیں محمد رسول اللہ، خاتم النبیین''

پھر انبیاء کرام سے ملاقات ہوئی سب نے اپنے رب کی تعریف کی۔

حضرت آدم علیہ السلام:

الحمد اللہ الذی خلقنی بیدہ واسجد لی ملائکتہ وجعل الانبیاء من ذریتی

''سب تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے اپنے یدِ قدرت سے پیدا کیا اور اپنے فرشتوں سے میرے لیے سجدہ کروایا اور نبیوں کو میری ذریت سے بنایا''۔

حضرت نوح علیہ السلام:

الحمد اللہ الذی اجاب دعوتی فنجانی من الغرق باالسفینۃ وفضلی باالنبوۃ

''سب تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے میری دعا سنی اور کشتی کے ذریعے مجھے غرق سے نجات دی اور مجھے نبوت سے سرفراز فرمایا''۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام:

الحمد اللہ الذی اتخذنی خلیلا واعطانی ملکا عظیما واصطفانی برسالتہ وانقذنی من النار وجعلھا علی برداوسلاما۔

''سب تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے اپنا خلیل بنایا اور مجھے ملک عظیم عطا فرمایا اور اپنی رسالت کے ساتھ مجھے چن لیا اور مجھے آگ سے بچایا اور اس آگ کو میرے لیے ٹھنڈا کیا''۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام:

الحمد للہ الذی کلمنی تکلیما واصطفانی برسالتہ وانزل التوراۃ

''سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے مجھ سے کلام کیا اور اپنی رسالت کے ساتھ مجھے چن لیا اور مجھ پہ تورات نازل کی''۔

حضرت داؤد علیہ السلام:

الحمد للہ الذی انزل علی الزبور والان لی الحدید

''سب تعریفیں اللہ کے لیے جس نے مجھے زبور عطا کی اور میرے لیے لوہے کو نرم کیا''۔

حضرت سلیمان علیہ السلام:

الحمد للہ الذی سخر لی الریاح والجن والانس وعلمنی منطق الطیر و اعطانی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی

''سب تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے ہوا، جنوں اور انسانوں کو میرے لیے مسخر کر دیا اور مجھے پرندوں کی بولیوں کا علم دیا اور ایک بے مثال ملک مجھے عطا فرما دیا''۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام:

الحمد للہ الذی علمنی التوراۃ والانجیل وجعلنی ابرئ الاکمہ والابرص واحی الموتی باذنہ

''سب تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے مجھے تورات اور انجیل سکھائی اور مجھے مادر زاد اندھوں اور کوڑھیوں کو اچھا کر دینے والا اور مردوں کو زندہ کر دینے والا بنایا''۔

امام الانبیاء حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفی ﷺ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''فقال کلکم اثنی علی ربہ وانا اثنی علی ربی''

آپ سب انبیاء تو اپنے رب کی حمد وثنا بیان کر چکے ہیں اب میں اپنے رب کی حمد وثنا بیان کرتا ہوں۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

الحمد للہ الذی ارسلنی رحمۃ اللعالمین وکافۃ اللناس بشیرا ونذیرا وانزل علی الفرقان فیہ تبیان الکلشیء وجعل امتی خیر امۃ اخرجت للناس وجعل امتی امۃ وسطا وجعل امتی ھم الاولون والاٰخرون وشرح لی صدری

ووضع عنی وزری ورفع لی ذکری وجعلنی فاتحا وخاتما وسمانی رئو و فاو رحیما۔

(مواہب لدنیا جلد دوم صفحہ 21۔ جواہر البیان)

''اس خدا کی تعریف جس نے مجھے رحمۃ اللعالمین بنا کر تمام جہانوں کے لوگوں کے لیے بشیر ونذیر رسول بنا کر بھیجا اور وہ فرمان نازل کیا جس سے ہر شئے کا بیان واضح ہے اور میری امت کو تمام امتوں میں بہتر اور میری امت کو امت وسط بنایا اور میری امت کو ایسا بنایا کہ وہی اول ہیں اور وہی آخر اور میرے لیے میرا شرح صدر فرمایا اور مجھ سے میرا بوجھ اتارا اور میرے لیے میرا ذکر بلند کیا اور مجھ کو فاتح اور خاتم بنایا اور میرا نام رؤف ورحیم رکھا''۔

ہر آن نئی شان ہے انداز بیان کی
یہ شان ہے معراج رسول دو جہاں کی

شریعت محمدی کی بالاتری

تعارف اور بیان توحید کے بعد رسول اللہ ﷺ نے تمام انبیاء کی امامت فرمائی جس کی پہلی رکعت میں سورۂ کافرون اور دوسری رکعت میں سورۂ اخلاص تلاوت فرمائی۔

نماز اقصیٰ میں تھا یہی سرّ عیاں ہو معنی اول آخر
کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت آگے کر گئے

تمام انبیاء ومرسلین نے اپنے پیروکاروں کو یہی پیغام دیا کہ میرے بعد ایک نبی تشریف لانے والے ہیں تم نے ان کی پیروی کرنی ہے حتیٰ کہ انبیاء ومرسلین نے رسول اللہ ﷺ کے کچھ اوصاف بھی بیان فرمائے۔ ان انبیاء ومرسلین کی پیش گوئی کے تحت رسول اللہ ﷺ دنیا میں تشریف لے آئے اور انہیں نبوت کے تاج سے نوازا گیا۔

مسجد اقصیٰ میں اب یہ موقع تھا کہ تمام انبیاء ومرسلین اپنی اپنی شریعتوں سے دستبردار ہو گئے ہیں اور اب عملاً رسول اللہ ﷺ کو امام بنا کر رسول اللہ ﷺ کی بالا دستی قبول فرمالی ہے اور اب کے بعد صرف اور صرف شریعت محمدی ہی رہتی دنیا تک کے لیے قائم ودائم ہے اور یہی مشیت خداوندی ہے۔

محمد ﷺ سر وحدت ہے کوئی رمز اس کی کیا جانے
شریعت میں تو بندہ ہے حقیقت میں خدا جانے

آسمانوں کے دروازے اور ان کا کھل جانا

آسمانی اجسام لطیفہ ہیں اور ایسے ہی ان کے دروازے بھی لطیف ہیں اور ان سے عزت وکرامت کی وہ راہیں مراد ہیں جو بجز حضرت محمد مصطفی ﷺ کے کسی پر نہ کھولی گئیں اس لیے جب تک جبرائیل علیہ السلام نے حضور ﷺ کا نام مبارک نہ لیا ساتوں آسمانوں میں سے کسی آسمان کا دروازہ نہیں کھولا گیا۔ اس میں عظمت مصطفی ﷺ کا چمکتا ہوا نشان ہے جو ابدالآباد تک نہیں مٹ سکتا ہے۔

اے بھٹکتے ہوئے انسان! آج تو دعویٰ دار ہے کہ میں آسمان پر چلا گیا یا چاند پر یا سورج پر کمند ڈال دی ہے۔ حقیقی بات یہ ہے کہ تو ابھی تک زمین وآسمان سے ہی باہر نہیں نکلا ہے۔ نبی مکرم ﷺ نے معراج کا سفر ساتوں آسمانوں سے بھی آگے تک بغیر ایندھن کے طے کیا ہے گویا دعوت یہ ہے کہ اے عقل مند بننے والے اور اپنے آپ کو بہت زیادہ روشن خیال (Intellectual) سمجھنے والے انسان ابھی تمہاری تحقیق کے مراحل بہت زیادہ ہیں لیکن یاد رکھنا جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو بلایا وہاں اس کے اذن کے بغیر کوئی نہیں جا سکتا ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں لکھتے ہیں:

وقد علموا ان البشر لا يترقى هذا الترقي الا باذن الله تعالى وان جبريل لا يقعد بمن لم يرسل عليه

''تحقیق فرشتوں کو اس بات کا علم ہے کہ بشر اس ترقی کے مقام پر اللہ تعالیٰ کے اذن کے سوا نہیں پہنچ سکتا جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی کو بلایا نہ جائے اس کو جبرائیل علیہ السلام آسمانوں پر نہیں لے جاتے''۔

طور اور معراج کے قصہ سے ہوتا ہے عیاں
اپنا جانا اور ہے ان کا بلانا اور ہے

اس میں آسمانی منازل کا بھی پتہ چلتا ہے اور دامن مصطفی ﷺ سے وابستہ رہنے سے ہی معراج حاصل ہو سکتی ہے

حضور ﷺ کی فضیلت واعزاز

اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۃ البقرہ میں ارشاد فرمایا:

تلک الرسل فضلنا بعضهم على بعض منهم من كلم الله ورفع بعضهم درجات

اس آیت اور اس جیسی دوسری آیات واحادیث کی روشنی میں متفقہ طور پر یہ بات طے ہے کہ تمام نبیوں پر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو فضیلت بخشی ہے۔

مٹ گئے ہیں مٹ جائیں گے اعداء تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

رسول اللہ ﷺ کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے مہمان تھے اس لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ اہتمام کیا کہ آسمان اول سے آسمان ہفتم تک تمام راستے میں اپنے مہمان کو ''جی آیاں نوں'' کہنے کے لیے۔ انبیاء کو مقرر فرمایا، جس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرشتوں پر آدم علیہ السلام کو پیش کر کے ان کی عظمت کو قائم فرمایا بالکل اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی عظمت کو قائم کرنے کے لیے آسمانوں پر یہ اہتمام فرمایا۔ رحمۃ للعالمین کے مصنف نے اس ملاقات کو یوں تحریر فرمایا ہے۔

آسمان اول پر سب سے پہلے آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ آدم علیہ السلام نے ترک جنت کا الم برداشت فرمایا تھا مگر جب زمین پر تشریف لائے تو خلافت ارض کا تاج ان کے سر رکھا گیا تب ان کا وہ الم متبدل بہ سرور ہوا۔ اسی طرح ہمارے رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ ترک فرمانے والے تھے اور مدینہ منورہ میں اشاعت اسلام اور نظام اسلام کے بعد فتح ونصرت کے اعلام بلند ہوئے تو آپ کا بھی الم ترک بہ سرور ہو گیا۔

آسمان دوم پر عیسیٰ ویحییٰ علیہما السلام سے ملاقات ہوئی کیونکہ یہ دونوں احوال زہد وتقویٰ میں متحد الاحوال تھے اس لیے اکٹھے ملاقات ہوئی۔ دونوں کو ہمارے نبی مکرم ﷺ کے زہد وتوکل اور اعراض عن الخلق کا دکھلانا بھی مقصود تھا۔

آسمان سوم پر یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ آپ ﷺ سے ان کی کلی مماثلت تھی دونوں صاحب الجمال والکمال ہیں۔ دونوں کو امتحان شاقہ دینے پڑے۔ دونوں کو عفو وکرم کا وفور ہے۔ دونوں نے اخوان جفا کو ''لا تثریب علیکم الیوم'' کے مژدہ سے جان بخشی فرمائی ہے۔ دونوں صاحب امر وحکومت ہیں اور دنیا سے پوری کامرانی وحکمرانی اور جاہ وجلال کے ساتھ رخصت ہوئے۔

آسمان چہارم پر ادریس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی ان کا کثرت درس اور شفقت تعلیم میں خاص درجہ ہے اور یہی وہ کیفیت ہمارے رسول اللہ ﷺ کی ہے "ویعلمهم الکتاب والحکمة"۔

آسمان پنجم پر ہارون علیہ السلام سے ملاقات ہوئی یہ اپنی قوم اور ملت میں ہر دلعزیز اور محبوب ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی بات بھی ایسے ہی ہے۔

آسمان ششم پر موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی ۔ یہ صاحب شریعت ، صاحب کتاب ، غازی و مجاھد، مہاجر و مناظر ہیں۔ ہمارے رسول اللہ ﷺ بھی یہ محاسن رکھتے ہیں۔

آسمانِ ہفتم پر ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ یہ بانی کعبہ، امام خلق اور خلیل الرحمن ہیں جبکہ رسول اللہ ﷺ کعبہ کو قبلہ بنانے والے، ملت حنفیہ کو زندہ کرنے والے اور درود میں ابراہیم علیہ السلام کا نام شامل کرنے والے ہیں۔ یوں جو فضیلتیں اللہ نے ہر نبی کو الگ الگ دی ہیں وہ آپ ﷺ کی ذات میں یکجا ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے اپنی امت کے لیے تحفے

رسول اللہ ﷺ کو واقعہ معراج کے دوران مختلف واقعات رونما ہوئے۔ ان میں آپ ﷺ کے عمل سے جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ ﷺ کے اس عمل سے آپ کی امت اس قسم کی گمراہی سے بچ گئی ہے اگر آپ یہ پسند نہ فرماتے تو ممکن تھا کہ آپ ﷺ کی امت دوسرے انبیاء کی امتوں کی طرح بھٹک جاتی گویا حضور ﷺ کے عمل سے آپ کی امت کتنے بڑے بڑے پیش آنے والے مسائل سے بچ گئی۔ ذیل میں ان وقعات کی تفصیل مرکوز ہے۔

عافیت کو پسند فرمانا

واقعۂ معراج کے دوران آپ ﷺ کو شراب اور دودھ پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے دودھ کو پسند فرمایا پھر جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ ﷺ نے عافیت (فطرت) کو پسند فرمایا ہے اگر آپ ﷺ شراب کا پیالہ اٹھا لیتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی۔

اسلام دین فطرت ہے یعنی اسلام وہ دین ہے جس کے تمام عقائد اور احکام انسانی فطرت کے اصلی جذبات سے ہم آہنگ ہیں۔ اسلام میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو انسانی فطرت سے متصادم ہو۔ اسلام کے پھیلاؤ کی وسعت اور لوگوں کا اس کی جانب تیزی سے راغب ہونے کا راز بھی یہی ہے کہ انسان تہذیب وتمدن اور مادی اعتبار سے جتنے مدارج بھی طے کرلے وہ اپنی طبیعت سے دور ، تکلفات اور خود ساختہ معمولات کا طوق اپنے گلے سے اتار پھینکے گا اور فطرت انسانی کے داخلی جذبات کی طرف کھنچا چلا جائے گا۔

یاد رکھیے کہ اسلام ہی وہ واحد دین ہے جو انسانی فطرت کے گہرے جذبات کی تسکین کا سامان فراہم کرتا ہے۔

شب اسریٰ کے دولہا پہ دوام درود
نوشۂ بزم جنت پہ لاکھوں سلام

دنیا پر دین کو ترجیح

رسول اللہ ﷺ کا سفر معراج جاری تھا کہ راستہ میں ایک خوبصورت عورت آراستہ وپیراستہ ہو کر ملی۔ اس کے سر پر اوڑھنی نہیں تھی اور عرض کرتی ہے "یا محمد انظر الیک" اے محمد ﷺ میری طرف توجہ فرمائیں میں کچھ سوال کرنا چاہتی ہیں لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف ذرا توجہ نہ فرمائی اور اس کے بارے میں جبرائیل سے پوچھا۔ جبرائیل نے عرض کی یہ دنیا ہے اگر آپ اس کا جواب دے دیتے تو آپ کی امت دنیا کو ترجیح دیتی۔

صحابہ کرام، شہداء اور صالحین نے ہمیشہ دین کو دنیا پر ترجیح دی ہے اور عام مسلمانوں کو بھی اسے اپنانا چاہیے۔

امت عافیت سے بہرہ مند ہوگئی

معارج النبوہ جلد سوم کے صفحہ 129 پر لکھا ہے:

معراج کی رات آپ ﷺ کے سامنے تین اشخاص پیش کیے گئے۔ ان میں سے ایک بوڑھا، دوسرا دھیڑ عمر اور تیسرا نوجوان تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے نوجوان کی طرف نگاہ اٹھائی اور باقی دو کی طرف نہ دیکھا۔ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی آپ ﷺ نے اچھا کیا آپ نے عافیت کو پسند فرمایا کیونکہ بوڑھا بخت ، ادھیڑ دولت اور جوان عافیت ہے۔ بخت اور دولت ہر دو ناپائدار ہیں اور عافیت ہر دو جہاں کے لیے نعمت کا سبب اس لیے آپ کو مبارک ہو کہ آپ کی امت عافیت سے بہرہ ور ہو جائے گی۔

گویا اس میں امت محمدی کو دین کی بہتری کی خوشخبری سنائی گئی۔

اسلام وہ دین ہے جس کے تمام عقائد اور احکام انسانی فطرت کے اصلی جذبات سے ہم آہنگ ہیں

امت کا دین پر ثابت قدم رہنا

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ معراج کی رات مجھ کو داہنی طرف سے پکارنے والے نے پکارا، میں نے اس کی طرف توجہ نہ دی پھر بائیں طرف سے اسی طرح آواز آئی میں نے اس کی طرف بھی توجہ نہ دی۔ پھر جبرائیل نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ دائیں طرف سے پکارنے والا یہودیت کا داعی تھا اگر اس کی طرف توجہ کر لیتے تو آپ کی امت یہودی ہو جاتی پھر بائیں طرف سے پکارنے والا عیسائیت کا داعی تھا اگر آپ اس کی طرف توجہ کر لیتے تو آپ کی امت نصرانی ہو جاتی۔

یوں رسول اللہ ﷺ کے عمل سے امت کا دین اسلام پر ثابت قدم رہنا قبول ہو گیا۔

رسول اللہ ﷺ کو دل میں یہ خیال اکثر گزرتا تھا کہ میرے بعد میری امت کا کیا حال ہو گا اس لیے واقعہ معراج میں آپ ﷺ کو تسکین دی گئی کہ حق تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے آپ کی امت کو دین اسلام پر ثابت قدم رکھے گا اور پہلی امتوں کی طرح آپ کی امت دین اسلام سے نہیں ہٹے گی۔

جلتے ہیں جس مقام پر پَر جبرائیل کے

نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام معراج کی منازل طے کرتے ہوئے جب سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے تو جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی

"ان تجاوزت اخترقت باالنور"

یا رسول اللہ ﷺ انگلی کے ایک پور کے برابر بھی آگے بڑھوں تو نور جلال سے جل کر خاکستر ہو جاؤں گا۔

اس طرح اس واقعہ سے جبرائیل علیہ السلام حضور ﷺ سے مقہور و مغلوب رہے جس سے ثابت ہوا کہ قوت نوریہ قوت ملکیہ سے بھی زیادہ قوی ہوتی ہے۔

(جاری ہے)

سیرت مصطفی ﷺ کی روشنی میں تجارت اور اصول تجارت

پروفیسر ڈاکٹر محمد اظہر نعیم

چوتھی قسط

شراکت

یہ سرمایہ کاری اور تجارت کا اہم طریقہ ہے۔ یہ طریقہ طلوع اسلام سے قبل بھی رائج تھا۔ اس کی خوبیوں کے پیش نظر اسلام نے اس کو پسندیدہ قرار دیا۔ اس کی کئی اقسام ہیں۔ اگر تمام شرکاء تجارت براہ راست اپنے لگائے گئے سرمائے' تجارتی ذمہ داریوں' تصرفات اور نفع ونقصان میں برابر کے حصہ دار ہوں تو اس کو اسلامی اصطلاح میں ''مفاوضہ'' کہا جاتا ہے اور اگر تمام شرکاء برابر کے حصہ دار نہ ہوں بلکہ ایک دوسرے کے وکیل کی طرح معاملات سرانجام دیں تو اس کو ''شرکت عنان'' کا نام دیا جاتا ہے۔ اگر بعض ہنرمند ہم پیشہ لوگ اس طرح نفع ونقصان میں برابر کے شریک ہوکر کام کریں کہ نقد سرمایہ کی بجائے صرف اپنے فن کو استعمال کریں تو اس کو ''شرکت صنائع'' کہا جاتا ہے اور اگر کچھ لوگ محض اپنی ساکھ اور نیک نامی کی بنیاد پر مل کر کاروبار کریں اور نفع ونقصان میں برابر کے شریک ہوں تو اس کو ''شرکت وجوہ'' کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ نظام اسلام نے اس طریقہ کاروبار کو جائز رکھا ہے اور خوب فروغ دیا ہے۔ دوسری اقوام نے بھی اس کو قبول کیا ہے اور اختیار کیا ہے۔

مضاربت

شراکت کی دوسری اہم شکل مضاربہ ہے' یہ سرمائے اور محنت کے اشتراک سے حاصل ہونے والے منافع میں حصہ داری کا ایسا معاہدہ ہے جس میں ایک فریق سرمایہ کے عوض اور دوسرا محنت کے عوض نفع کا حقدار ٹھہرتا ہے۔ اس میں بھی نفع کی نسبت پہلے سے طے کر لی جاتی ہے کہ منافع کا کتنے فیصد کس فریق کو ملے گا۔ نقصان کی صورت میں سرمایہ دار کا سرمایہ ڈوبتا ہے اور دوسرے فریق کی محنت ضائع ہوتی ہے۔

کئی لوگ ایسے ہوتے ہیں جو مالدار ہوتے ہیں مگر اپنا مال تجارت میں نہیں لگا سکتے یا تو اس کے پاس وقت نہیں ہوتا یا ان کے پاس تجارت کے لیے ضروری صلاحیت نہیں ہوتی اور دوسرے کئی لوگ ایسے ہوتے ہیں جو مال نہیں رکھتے مگر ان کے پاس وقت اور ضروری سوجھ بوجھ ہوتی ہے۔ اس طرح یہ دونوں قسم کے لوگ اپنے حالات وضروریات کے مطابق کاروبار کرتے ہیں۔ مالدار اپنا مال لگاتے ہیں اور باصلاحیت لوگ اپنی صلاحیت کو بروئے کار لاتے ہوئے اس مال سے تجارت کرتے ہیں۔ یہ طریقہ بھی عہد قدیم میں رواج پذیر تھا۔ خود سید الانبیاء والرسل حضرت محمد رسول ﷺ نے بعثت سے قبل یہ طریقہ اپنایا جب آپ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے مال سے بغرض تجارت شام تشریف لے گئے تھے۔

شرعی لحاظ سے مضاربت منافع میں شرکت کا ایک ایسا معاہدہ ہے جس میں سرمایہ ایک آدمی کا جبکہ محنت اور کام دوسرے آدمی کا ہوتا ہے۔ مضاربت کو ''قراض یا مقارضۃ'' بھی کہتے ہیں۔ قراض مقارضہ قرض سے مشتق ہے جس کا معنی ہے ''کاٹ دینا''۔ مضاربت میں اس سے مراد یہ ہے کہ ایک سرمایہ دار اپنی آمدنی سے بچا بچا کر (کاٹ کاٹ کر کچھ سرمایہ جمع کرتا ہے اور اسے کاروبار میں لگاتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں اپنے سرمایہ کا کچھ حصہ کاٹ کر دوسرے فریق کو دیتا ہے کہ وہ اس سے کاروبار کرے۔

مضاربت کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے حضرت مفتی عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے تفصیلی فتوی جاری کیا تھا۔ اس کا مختصر سا جائزہ یہاں پیش کیا جاتا ہے: انہوں نے تحریر کیا کہ اصطلاحی طور پر مضاربت دو فریقوں کے درمیان اس معاہدے کو کہتے ہیں جس کے تحت ایک فریق سرمایہ کی فراہمی اپنے ذمہ لیتا ہے اور دوسرا فریق اپنی محنت پیش کرتا ہے اور نفع میں دونوں شریک ہوتے ہیں۔ صاحب مال کو رب المال یا سرمایہ کار' جبکہ محنت کرنے والے کو ''مضارب یا عامل'' اور جو مال لگایا جاتا ہے اسے راس المال یا سرمایہ کہا جاتا ہے۔ گویا مضاربت کاروباری شراکت کی ایک قسم ہے جس میں ایک فریق سرمایہ لگاتا ہے جبکہ دوسرا اپنی کاروباری صلاحیت، ذہانت، محنت اور تجربہ وغیرہ کی بنا پر فریق ثانی کی حیثیت سے شریک کاروبار ہوتا ہے اس طرح کاروبار میں جو نفع ملتا ہے، آپس میں باہمی رضامندی سے تقسیم کر لیتے ہیں۔ نقصان کی صورت میں تمام تر نقصان رب المال سرمایہ کار ہی کو برداشت کرنا پڑے گا اور مضارب کو اس کی محنت کا کوئی صلہ نہیں ملے گا۔

مضاربت کے بارے میں احادیث

❁ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے تین لڑکیوں کی پرورش کی وہ مثل قیدی کے ہے لہٰذا اے اللہ کے بندو! اسکے ساتھ مضاربت کرواسے قرض دو۔ (المبسوط)

❁ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ مخصوص شرائط کے ساتھ مضاربت کرتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اظہار پسندیدگی فرمایا۔ (المبسوط)

❁ کلیم بن خرام رضی اللہ عنہ اپنی شرائط کیساتھ مضاربت کرتے تھے۔ (المبسوط)

❁ ابونعیم راوی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نبوت سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مال کو مضاربت کے طور پر حاصل کر کے شام میں تجارت کی۔ (المبسوط)

❁ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ مضاربت میں برکت ہے۔ (ابوداؤد)

❁ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مضاربت کیا کرتے

تھے۔ (التبرکات فی الفقہ الاسلامی)

۞ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے پاس لوگوں کو جمع شدہ سرمایہ مضاربت کے طور پر کاروبار کے لیے دیا کرتی تھیں۔ (التبرکات فی الفقہ الاسلامی)

۞ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی زید بن خلیدہ کے ساتھ مضاربت کی۔ (المبسوط)

۞ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المال سے بھی مضاربت کے اصول پر کاروبار کے لیے رقم دی۔ (المبسوط)

۞ آپ یتیموں کا مال مضاربت کے اصول پر کاروبار کے لیے دیتے تھے تا کہ اس میں اضافہ ہو۔ (المبسوط)

مضاربت کی دوصورتیں

پہلی صورت: دو افراد معاہدہ مضاربت کریں۔ ایک رب المال اور دوسرا مضارب۔

دوسری صورت: دو سے زیادہ افراد مضاربت کریں اس کی درج ذیل صورتیں ہیں۔

(الف) پہلی صورت: ایک سے زائد افراد (رب المال) سرمایہ فراہم کریں اور ایک سے زائد افراد (مضارب) اس سرمایہ پر محنت کریں۔

(ب) دوسری صورت: سرمایہ ایک فرد (رب المال) فراہم کرے اور ایک سے زائد افراد (مضارب) اس سے کاروبار کریں۔

(ج) تیسری صورت: سرمایہ چند افراد مل کر فراہم کریں اور محنت ایک فرد کرے۔

مضاربت کی مندرجہ بالا تمام صورتیں جائز ہیں۔

مضاربت کے احکام

۞ مضارب کو مال حوالہ کرنے کے بعد اور کاروبار شروع کرنے سے پہلے تک اس مال کی حیثیت امانت کی ہے اور امانت کی حفاظت کی ذمہ داری ہے اور جب رب المال اس رقم کو واپس مانگے تو اس کی واپسی بھی مضارب کی ذمہ داری ہے۔ مال ضائع ہوجانے کی صورت میں مضارب پر جرمانہ نہیں ہوگا۔

۞ کاروبار شروع ہوجانے کے بعد مضارب کی حیثیت رب المال کے وکیل (نمائندہ) کی ہوجاتی ہے۔

۞ کاروبار میں منافع ہونے کی صورت میں مضارب کی حیثیت مالیاتی معاہدہ کے شریک کی ہوجاتی ہے اور ہر شریک کاروبار کو معینہ اور طے شدہ نسبت سے منافع کی تقسیم کی جائے گی۔

۞ اگر کسی وجہ سے معاہدہ مضاربت منسوخ ہوجائے تو اس صورت میں یہ معاہدہ مضاربت نہیں بلکہ معاہدہ روزگار کی شکل اختیار کرے گا اور مضارب کی حیثیت ملازم کی ہوجائے گی۔ نفع یا نقصان رب المال کا ہوگا جبکہ مضارب کو اس کی اجرت ملے گی۔

۞ اگر مضارب معاہدہ مضاربت کی شرائط میں سے کسی شرط کو تسلیم نہ کرے تو اس کی حیثیت غاصب کی ہوگی اور اس پر اصل سرمایہ کی واپسی کی ذمہ داری ہوگی۔

۞ اگر معاہدہ مضاربت کی ایک شرط یہ ہو کر سارا کا سارا منافع مضاربت کو ملے گا تو یہ معاہدہ مضاربت نہیں بلکہ مضارب کی حیثیت مقروض کی ہوگی اور یہ معاملہ قرض کا معاملہ ہوگا۔ نفع ونقصان کی ذمہ داری اس کی اپنی ہوگی اور سرمایہ کے ضیاع کی صورت میں سرمایہ کی رب المال کو واپسی اس کی ذمہ داری ہوگی۔

۞ اگر شرط یہ ہو کہ سارا کا سارا منافع مالک کا ہوگا تو یہ معاملہ عقد البضاعۃ کا ہوگا۔ مضاربہ نہ ہوگا، مضارب ملازم ہوجائے گا۔

مضاربت کے ارکان

مضاربت کے دو ارکان ہیں:

۞ ایجاب

۞ قبول

ارکان کے لیے الفاظ کی ضرورت ہے جو جانبین کے معاہدہ مضاربت پر رضامندی کو ظاہر کریں۔ مثلاً ایک فریق کہتا ہے یہ مال (سرمایہ) لو اور اس سے "مضاربت" یا "مقارضۃ" یا "معاملۃ" کرو۔ یا یہ مال مضاربت کے لیے لو۔ اس پر جو منافع ہوگا' وہ ہم نصف نصف یا دو تہائی اور ایک تہائی کے حساب سے تقسیم کرلیں گے اور جواب میں مضارب کہے کہ میں نے یہ سرمایہ حاصل کیا یا "میں اس معاہدہ پر راضی ہوں" یا "میں نے قبول کیا"۔

مضاربت کی شرائط

معاہدہ مضاربت کی درج ذیل شرائط ہیں:

راس المال (یعنی سرمایہ) نقدی یا زر یا سونے چاندی کی صورت میں ہونا چاہیے۔ باقی مال تجارت (عروض التجارۃ) کے ساتھ مضاربت جائز نہیں ہے۔

نقدی ہونا ضروری ہے کیونکہ مال تجارت کی قیمتوں میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے جس کی وجہ سے قدر سرمایہ اور منافع کی مقدار بھی تبدیل ہوجاتی ہے مثلاً ایک شخص کہتا ہے کہ یہ کپاس یا کپڑا ایک ہزار روپے کا ہے۔ یہ لو اور مضاربت کی بنا پر اس کو بیچو تو معاملہ درست نہیں ہے۔ البتہ اگر مضارب سے کہا جائے کہ یہ مال تجارت لو اور اس سے جو سرمایہ حاصل ہو۔ اس کے ساتھ مضاربت کرو تو حنفی اور حنبلی فقہ کے مطابق جائز ہے جبکہ حنبلی مکتبہ فکر کے مطابق مشینری اور اوزاروں کی صورت میں سرمایہ فراہم کیا جاسکتا ہے۔ بشرطیکہ شکست و ریخت کے اخراجات رب المال کے ذمہ ہوں۔

۞ معاہدہ مضاربت کے وقت راس المال (سرمایہ) معلوم ہونا ضروری ہے تا کہ کسی قسم کا تنازعہ پیدا نہ ہوسکے۔

۞ معاہدہ مضاربت کے موقع پر رب المال کے پاس سرمایہ کی موجودگی ضروری ہے۔ مضارب پر اگر قرض ہو تو اس کی بنیاد پر معاہدہ مضاربت نہیں ہوسکتا ہے۔ البتہ اگر مضارب کو کسی اور شخص سے قرض وصول کرنے اور اس کے بعد کاروبار شروع کرنے کے لیے کہا جائے۔ اس صورت میں مضارب رب المال کا نمائندہ ہوگا۔

۞ معاہدہ کے وقت سرمایہ مضارب کے حوالے کیا جائے تا کہ وہ اسی پر تصرف کرسکے۔ اگر یہ کہا جائے کہ ربّ المال مضارب کے ساتھ کاروبار میں حصہ لے گا تو معاہدہ منسوخ ہوجائے گا۔

۞ متوقع منافع میں سے مضارب کا حصہ (شرح یا فیصد) معلوم ہونا چاہیے۔ مثلاً نصف یا تیسرا حصہ وغیرہ۔ اگرہ یہ کہا جائے کہ اس سرمایہ سے کاروبار کرو، منافع میں سے تمہیں دو ہزار یا (کم وبیش) رقم ملے گی تو مضاربت کا معاملہ منسوخ ہوجائے گا۔ اسی طرح یہ کہنا کہ نصف اور اس کے علاوہ ایک ہزار روپے تو یہ صورت بھی درست نہیں۔

۞ مضارب کا حصہ منافع میں سے طے کیا جائے گا۔ راس المال (سرمایہ) میں سے نہیں۔ مثلاً اگر یہ کہا جائے کہ نصف مال تمہارا اور منافع میں سے بھی اتنا اور اتنا حصہ یہ درست نہیں۔ اسی طرح یہ شرط بھی درست نہیں کہ مضارب کو نصف یا تیسرا حصہ منافع کے علاوہ ماہانہ تنخواہ بھی ملے گی۔ یہ شرط باطل ہے جبکہ معاہدہ درست ہے۔ مضارب صرف منافع میں سے حصہ کا مالک ہے لیکن اگر شرط یہ ہو کہ مضارب کو رہنے کو مکان یا زراعت کے لیے زمین بھی دی جائے گی تو معاہدہ فاسد ہوگا۔

۞ اگر مضارب کے پاس ربّ المال کا مال یا مالی ذرائع بطور رہن موجود ہوں اور رب المال نے مضارب سے قرض لے رکھا ہو تو ایسے سرمایہ پر مضارب درست نہیں ہے۔ بقیہ صفحہ نمبر 37 پر

اندریں جوشِ جنوں پاس گریباں داشتم
درجنوں از خود نہ رفتن کارِ ہر دیوانہ

سید ریاض حسین شاہ

معرفت کیا ہے؟

کسی کے لیے جل جانا، نابود ہو جانا، مٹ جانا یا پھر کسی کے لیے رہنا یا کسی کا بن جانا۔ ان متضاد سوچوں میں صحیح فکر اپنانے کا درست فیصلہ کرنا از بس دشوار ہے۔ قلب کی شاخ ناپائیدار پر بوجھل جذبوں کا وزن ڈال دیا جائے تو اسے بچا کر رکھنا ممکن نہیں ہوتا، پھر شوریدگی اچھی لگتی ہے، قلندری میں مزا آتا ہے، گریباں چاک کرنے میں راحت حاصل ہوتی ہے، ہاوہو کے نعرے کیف بانٹتے ہیں، بادہ وصہبا کے دور چلتے ہیں، نغمہ ونے سے نشہء محبت کو دو آتشہ کیا جاتا ہے، طبلہ وسارنگی اسلحہ فقر قرار دیے جاتے ہیں، صوم وصلوٰۃ بے روح مشقیں نظر آتی ہیں۔ اکثر شوریدہ بخت لوگوں کو یہی پراسرار راہیں منزل دکھائی دیتی ہیں اور وہ زندگی کی قیمتی گھڑیوں کو خذف ریزوں پر نثار کر دیتے ہیں۔ وہ قلب شکستہ کو راحت دینے کی بجائے زندگی کو توڑ پھوڑ دیتے ہیں۔۔۔

حضرت لالہ جی علیہ الرحمۃ کا مسلک تصوف زندگی میں توڑ پھوڑ نہیں تھی وہ ناآگہی کو ظلم تصور کرتے تھے، انہیں ہاوہو سے نفرت تھی، وہ محبوب کی گلیوں کا طواف دم کھینچ کر کرنا چاہتے تھے۔ انہیں جب محبوب کا وصل حاصل ہوتا تو آواز پا تو دور کی بات ہے، دل کی دھڑکنوں کی رفتار بھی تھام لیتے تھے۔ ان کی انجمنیں خلوت ہوتیں اور خلوتیں افکار محبوب کے ہجوم میں انجمنیں بن جاتیں، وہ محبوب کے خیالوں میں دھیان ہی کا محشر بپا کئے رکھتے۔ آپ خود فرماتے تھے کہ تصوف کی منزلوں میں خطرناک ترین وادی ''حیرت وسکر'' ہے۔ اس سے جو فائز المرام ہو جائے وہ کیمیا بن جاتا ہے۔ توبہ میری اللہ! جب مجھ پر یہ کیفیت طاری ہوئی تو میں چھری اور خنجر اٹھائے پھرتا تھا۔ حضرت خواجہ نور محمد عرف نانگا صاحب کو پتہ چلا تو آپ نے سینے سے دبا لیا۔ جذبے ٹھنڈے ہو گئے اور خیالات کا مطاف ایک بار پھر ذات باری ہو گئی۔

ہے آدمی بجائے خود اک محشر خیال
ہم انجمن سمجھتے ہیں خلوت ہی کیوں نہ ہو

حضرت لالہ جی علیہ الرحمہ کا مسلک معرفت یہ بن گیا کہ کسی کا ہو کر رہنا منتہائے فقر ہے۔ چونکہ ذات باری کے حسن کو اداؤں کے لباس میں متصور کرنا امر محال ہے بلکہ وہ ذات اس نوعیت کے استعاروں اور مثالوں سے بھی پاک ہے، اس لیے سر فقر یہ ہے کہ سالک محبوب رب العلمین حضرت محمد ﷺ کا بن کر رہے اور ہمہ دم آپ ﷺ کی اطاعت واتباع میں مشغول ہو۔۔۔۔۔!!

ایک موقع پر راولپنڈی صدر بازار میں ایک برہنہ جسم شخص کو سڑک پر گھومتے دیکھا، آنکھیں اس کی لال تھیں اور جسم تھرتھرا رہا تھا۔ نگاہوں میں بلا کی مقناطیسیت تھی۔ دست بدعا ہوتا تو جیسے فضائیں مرتعش ہو جاتیں۔۔۔۔ حضرت لالہ جی فرمانے لگے ہمیں اس سے کوئی مطلب نہیں اس سے زیادہ معصوم ولی اور قطب ماں کی گود میں کھیلتے بچے ہوتے ہیں۔ اللہ عزسجانہ کا پسندیدہ کام رسول اکرم ﷺ کی اطاعت ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اعلیٰ مدارج ان کی دیوانگی کی بنا پر نہیں تھے بلکہ جنونی اطاعت ومحبت کی وجہ سے تھے۔

آپ نے اپنی اوائل عمر کی بات سنائی کہ مجھے جب شیخ کی تلاش تھی، میں وادی کشمیر کے قصبوں اور شہروں میں گھوما، سری نگر سے لے کر گورداسپور تک کوئی پیر اور شیخ نہیں چھوڑا جسے ملا نہ ہوں۔ بہتیرے ایسے تھے کہ مریضوں کے جسم پر ہاتھ مس کرتے تو بیماریاں کافور ہو جاتیں اور بہت سے ایسے بھی تھے کہ مہینوں کے حساب سے کھانا نہیں کھاتے تھے لیکن خواجہ نور محمد کی بیعت میں نے صرف رسول اکرم ﷺ کی قابل رشک اطاعت کی بنا پر کی۔۔۔۔۔۔

حضرت لالہ جی کی زندگی
آپ کا مسلک تصوف
آپ کا اٹل عقیدہ واعتقاد
اور ستر سالہ عمل بقول اقبال:
فنائے بے مقصد نہیں تھی بلکہ بقائے محبت و اطاعت تھی۔

اندریں جوش جنوں پاس گریباں داشتم
درجنوں از خود نہ رفتن کار ہر دیوانہ نیست

شب معراج

کچھ عجب زیب و زینت سے بزم کو سجایا گیا آج کی رات ہے
سرورِ دیں کی معراج کی رات ہے کیسی عشرت فزا آج کی رات ہے
دونوں عالم کا محبوب گرم سفر سوئے بزمِ دنیٰ آج کی رات ہے
قدسیوں کی زبانوں پہ صلِ علیٰ مرحبا مرحبا آج کی رات ہے
شاہِ لولاک کے در پہ رُوح الامیں آئے یہ لے کے ایک مژدۂ دل نشیں
رب کی تخلیقِ اول کے نُورِ مبیں تیرا طالب خدا آج کی رات ہے
اُس کے اوجِ مدارج سے انساں تو کیا سرگردہ ملائک بھی واقف نہیں
ان مقاموں پہ فائز بفضلِ خدا وہ حبیب خدا آج کی رات ہے
قربتِ قاب قوسین کا آپ کو حق تعالیٰ نے بخشا ہے عزّ و شرف
درمیاں تھا محب اور محبوب کے جو وہ پردہ اٹھا آج کی رات ہے
ہیں وہ خالق کے محبوب شاہِ اُمم ربِّ اکبر کا ہے ان پہ لطف و کرم
حق سے فرما رہے ہیں شفاعت نبی عاصیوں کا بھلا آج کی رات ہے
عظمتیں یہ رسولوں میں حاصل ہوئیں اے شہاب آج تک کب کسی کو کہیں
میرے سلطان اقلیم کونین کو مرتبہ جو ملا آج کی رات ہے

حکیم شہاب امروہوی

علامہ سعید احمد اسعد کے انتقال پر کشمیری ترانہ کا ایک بند

آؤ چلیں ہم، چنیں چنبیلی
موت کے بعد ہے اللہ بیلی

علامہ سعید احمد اسعد دنیا سے رخصت ہو گئے، انا اللہ و انا الیہ راجعون۔ وہ دنیا میں جس کے ساتھ رہے "رقیب و حریف" ہونے کی لغت مچلتی تڑپتی رہی۔ جماعت اہل سنت کا ایک بڑا لیڈر ہونے کا انہیں شرف حاصل تھا لیکن ان کے والد حضرت مفتی محمد امین علیہ الرحمہ کے وجود میں موجود روشنیاں اتنی فراواں تھیں کہ علامہ موصوف ان کی محبتوں کے چاند میں ایک ہالہ دکھائی دیتے تھے۔ میرا ایک چنیوٹی رشتہ دار سایہ کی طرح ان کے ساتھ رہتا اس لیے ان کے ملفوظات کا اندازہ مجھے اچھے طرح ہونے کے باوجود تدریسی ادب کا انہیں میں سرمایہ سمجھتا ہوں۔ انہوں نے بھی اختلافات کے باوجود ادب و آداب کی دنیا سے ہجرت نہ کی۔ ہم سادات اور شرفاء کی قسمت کہ ہم جبر اور صبر کی چکی میں پستے رہتے ہیں لیکن ہم سے یہ نہیں ہو سکتا کہ مغفرت کی دعا بھی نہ کریں۔ اللہ علامہ سعید احمد اسعد کی غلطیاں لغزشیں معاف فرمادے۔

علم کی دنیا کے مقدس معمار جب بھی اپنی یادوں اور باتوں کے حوالے سے یاد کیے جائیں گے سعید احمد اسعد یاد کیے جائیں گے۔ وہ بھلے انسان تھے اب وہ ہم سے دور بہت دور جا چکے ہیں۔ ایک ایسے جہاں میں جہاں روشنی ہے اور رنگ ہے اور یہ سارے کا سارا زہرا پاک سلام اللہ علیہا کے بابا کا ہے۔

جنتیں، رونقیں
الفتیں اور بخششیں
سب انہی کے طفیل ہوں گی
کتنی دیر سے ہم سوچ رہے ہیں؟
کل جو بادل لہراتے تھے!
کل جو بجلی چمک رہی تھی!
کل جو برکھا مہک رہی تھی!
کل جو غنچے مسکاتے تھے!
آج کہاں ہیں؟
کہیں نہیں ہیں
چاند رنگ چہرے اور سرمئی آنکھوں کے بادل
کل کو یہ بھی کھو جائیں گے
باتیں سب بیتی ہو جائیں گی
سعید احمد اسعد الوداع
ہم تو استقامت سے دعا گو ہیں
زہرا سلام اللہ علیہا کی چکی چلتی رہے
اور اللہ تعالیٰ سعید احمد اسعد سمیت
ہم سب سے سگِ گدائے بلوش حسین کو منسلک شاہ فرمائے۔ آمین

سید ریاض حسین شاہ

خواہشِ ناتمام

آصف بلال آصف

انسان ازل سے ابد تک خواہشوں میں جیتا چلا آ رہا ہے۔۔۔انسان لاکھوں اربوں قسم کی خواہشات میں جکڑے ہوئے ہیں۔۔۔مادی، نفسانی، جذباتی اور روحانی بے شمار قسموں کی تمنائیں اور خواہشات دماغِ انسانی پر اپنا تسلط قائم کیے ہوئے ہیں۔۔۔مادی اور نفسانی خواہشات جرم کو پیدا کرتی ہیں اور انسان نارمل زندگی سے مجرمانہ زندگی میں داخل ہو جاتے ہیں۔۔۔جبکہ روحانی خواہشات اسے اس کی اصل کی طرف لوٹاتی ہیں۔۔۔اسی لیے انسانی دل ان بے شمار خواہشوں میں ایک اعلیٰ خواہش بھی اپنے اندر محسوس کرتا ہے اور وہ سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ وہ اپنے رب کی پہچان چاہتا ہے۔۔۔

اس سب سے بڑی خواہش کو انسان اگر پانا چاہتا ہے تو اس خواہش کی Demand یہ ہے کہ دوسری تمام خواہشات اس خواہش پر قربان کر دی جائیں۔۔۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر خواہش ہوتی کیا ہے۔۔۔؟

خواہش ایک محرک (Motive) ہے۔۔۔سوچ خواہش ہے اور خواہش سوچ ہے۔۔۔یہ طلب ہے۔۔۔Demand ہے۔۔۔یہاں سے وہاں تک جانے کی سوچ ہے۔ یہ کچھ بن جانے کا خیال ہے۔۔۔یہ وہاں جانے کی سوچ ہے جو اس وقت یہاں نہیں ہے۔ خواہش زندگی کو حرکت دیتی ہے۔۔۔اگر خواہش نہ ہو تو ذہن مردہ ہے۔ اگر آپ کی کوئی Demand نہیں تو آپ کی کیا سوچ ہے۔ اس میں بہت بڑا راز چھپا ہوا ہے۔۔۔ہر انسان کی زندگی میں خواہش ہر سانس کے ساتھ موجود ہے۔ خواہش اپنی اصل میں وسعت کا نام ہے میرا خیال ہے کہ یہ Expansion ہے۔۔۔ہر انسان آگے بڑھ رہا ہے۔۔۔Expand کر رہا ہے۔۔۔جیسے کائنات اور یہ کہکشائیں بڑھ رہی ہیں۔۔۔اور پھر ایک دن پھٹ جائیں گی۔ اسی طرح انسان بھی آگے بڑھتا ہے۔۔۔Expand کرتا ہے ساری زندگی۔۔۔یہاں تک کہ اسے موت آ جاتی ہے۔

قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ ہم میں سے ہر ایک کو بہترین سانچے میں ڈھالا گیا ہے۔ خدا ہماری تخلیق کی ظاہری اور باطنی تخلیق میں مصروف ہے۔ اس کی پوری توجہ ہم پر ہے۔ ہر انسان ایک زیرِ تکمیل مرحلے میں ہے جو آہستگی اور مضبوطی سے تکمیل کی طرف گامزن ہے۔ ہم میں سے ہر ایک تکمیل پانے کی تگ و دو میں ایک نامکمل فن پارہ ہے۔ خدا ہم میں سے ہر ایک کے ساتھ انفرادی معاملہ رکھتا ہے۔ کیونکہ نسلِ انسانی ماہرانہ خطاطی کا نفیس فن ہے۔ جہاں پوری تصویر میں ہر نقطہ یکساں اہمیت کا حامل ہے۔ انسانی زندگی میں موجود خواہشات اور تمنائیں بھی وقت کے ساتھ ساتھ نہ صرف بدلتی رہتی ہیں بلکہ بڑھتی رہتی ہیں۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی قدر ہے کہ:

"کثرت کی آرزو نے تم کو آلیا یہاں تک کہ تم نے قبریں جا دیکھیں۔" (سورۃ التکاثر)

ہم اس کثرت کو سمجھنے میں اکثر مار کھا جاتے ہیں۔ ہر انسان کی زندگی میں کچھ نا آسودہ، نامکمل خواہشیں موجود ہوتی ہیں اور یہی نامکمل خواہش انسان کو بھگاتی ہے اور پتہ نہیں کیا کیا کرواتی ہے۔ انسانوں کی ایک بڑی اکثریت بلکہ ہم سب آج جہاں ہے وہاں مطمئن نہیں ہیں۔ ہم مزید آگے جانا چاہتے ہیں۔ آخر ان ناتمام خواہشوں کا راز کیا ہے۔؟

آئیے! اس راز کو کھولتے ہیں۔ مثال کے طور پر ہم کسی چیز کو پانا چاہتے ہیں اور پھر اسے پانے کے لیے ہم محنت۔ مشقت اور انتظار سے گزرتے ہیں اور پھر جس دن اسے پا لیتے ہیں، اس دن شعوری سطح پر خوش دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن کچھ ہی وقت گزرنے کے بعد مزید کی خواہش ہمیں پہلی سطح سے اکتاہٹ پیدا کرا دیتی ہے۔ نفس کی فطرت ہے جس شئے کو پا لیتا ہے۔ جسے دیکھ لیتا ہے۔ اس کی اہمیت اس کے نزدیک تیزی سے کم ہوتی چلی جاتی ہے۔ Rejection کا Process بہت سے انسان کو پکڑ لیتا ہے۔ خاص کب عام ہو جاتا ہے۔ خبر ہی نہیں ہوتی۔

پھر ایک اور ناتمام خواہش کی چمک آنکھوں کے آگے لہراتی ہے اور یوں یہ لامتناہی سلسلہ ہمیں کارزارِ حیات میں گھسیٹتا ہوا لے نکلتا ہے۔ ہر خواہش پوری ہو جانے کے بعد اگلی خواہش کو جنم دے کر خود پھیکی پڑ جاتی ہے۔

یہ لامتناہی چکر انسان کو ساری زندگی ایک ایسا گدھا بنا کر چھوڑتا ہے جس پر بیٹھنے والے نے جیسے ایک چھڑی کے سرے پر سبز گھاس کا گٹھا باندھ کر اُسے گدھے کے منہ کے پاس اس کی رسائی سے ذرا دور تھام رکھا ہو۔ بھوکا گدھا اس گھاس میں منہ مارنے کے چکر میں بھاگتا چلا جاتا ہے مگر وہ کبھی اس گھاس تک پہنچنے والا نہیں کیونکہ گھاس، اس پر سوار آدمی کے ہاتھ میں موجود ہونے کی وجہ سے اس کے ساتھ ہی آگے بڑھ رہی ہوتی ہے۔ انسان بھی اپنی زندگی اسی طرح چھوٹی چھوٹی بکھری ہوئی خواہشوں کی نظر کر دیتا ہے۔

ہمارے پیارے رسول مقبول ﷺ کا ارشادِ مبارک ہے:

"اگر کسی انسان کے پاس ایک وادی ہو جو سونے سے بھری ہوئی ہو تو اس کی چاہت یہ ہوتی ہے کہ کاش اس کے پاس سونے سے بھری ہوئی دو وادیاں ہوں اور اس کے منہ کو مٹی کے سوائے کوئی چیز نہیں بھر سکتی اور اللہ ہی ہے کہ جس پر اپنا کرم فرمائے۔"

میرے مرشد کریم پیر سید ریاض حسین شاہ جی اپنی تفسیر تبصرہ میں سورۃ التکاثر کی تفسیر میں ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

"چھوٹے چھوٹے کاموں میں مشغول ہونا اور بامقصد بڑے کاموں سے اعراض "لھو" ہے"۔

"لھو" فاسد خواہشات کی سفلی منزل کا نام ہے۔ ہر وہ شے "لھو" ہے جو انسان کو صراطِ مستقیم سے بھٹکا دے۔ غافل کر دے اور سچائی سے دور کر دے۔ آپ فرماتے ہیں۔ وہ لوگ دنیا میں انتہائی ناکام ہوتے ہیں جو افعال و اعمال میں ہدفِ راسخ قائم نہیں کر سکتے۔ اس لیے ترجیحات صحیح نہ ہونے کی وجہ سے ناکامیاں اور نامرادیاں ان کا مقدر بن جاتی ہیں"۔

لیکن! اگر نفس اللہ کی مہربانی سے علم حاصل کر لے تو اس میں خدا کو پانے کی خواہش پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ خواہش سب سے بڑی ہے اس سے بڑی کوئی خواہش

منقبت شریف سیدُنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عرَب والے، عجم والے، جسے سالار کہتے ہیں
اُسی مولا علی کو سیدِ اَحرار کہتے ہیں
میرے آقا ﷺ نے جس کو باب شہرِ علم فرمایا
عقیدت مند اُس کو علم کا مینار کہتے ہیں
جو سوئے تھے شبِ ہجرت، رسولِ حق ﷺ کے بستر پر
اُسی شیرِ خدا کو، حیدرِ کرار کہتے ہیں
وہ جس کے زورِ بازو نے درِ خیبر اُکھاڑہ تھا
اُسی شمشیر زن کو، دین کی تلوار کہتے ہیں
چلے روحانیت کے سلسلے جس ذات اقدس سے
اُنہیں دنیا کے سارے اَولیا سردار کہتے ہیں
صداقت کی حفاظت کے لیے جو زندگی دے دیں
جہاں والے اُنہی کو صاحبِ کردار کہتے ہیں
قضا ہونے نہ دی جس کی نمازِ عصر آقا نے
اُنہیں حسنِ عقیدت کا عَلم بَردار کہتے ہیں
جو خود فاقہ کریں، کھانا کھلائیں اَپنے سائل کو
علی کے اُسی گھرانے کو ہمہ اِیثار کہتے ہیں
عیاں میرے قلم سے نُور اُن کی شان ہو کیسے
جنہیں اَرباب دیں، اللہ کا شہکار کہتے ہیں

حافظ نور احمد قادری

ہو ہی نہیں سکتی۔ جب نفس اس خواہش کو پورا کرنے کی دھن میں لگتا ہے تو اس پر انکشاف ہوتا ہے کہ اللہ لا محدود ہے۔ اسے کبھی کوئی مکمل نہیں پا سکتا۔

وہ اللہ ہے۔ اس کو پانے کے لیے جب خواہش تڑپ کا روپ اختیار کرتی ہے تو اسے احساس ہوتا ہے۔ بجلی کے کوندے کی طرح لپک کر آنے والا ایک ایسا احساس۔ جس کی روشنی میں نفس دیکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ لامحدود ہے۔ اسی لمحے نفس کی خواہش کو پہلی بار فیض یابی کا تاثر ملتا ہے اور یہی مقام عرفان ہے۔ جہاں خواہش قرار پاتی ہے۔ عبادت اور ریاضت میں یکسوئی دراصل نفس کو ایمان افروز کر دیتی ہے۔

لیکن ایمان محض ایک لفظ ہے اگر اس کے مرکز میں محبت نہ ہو۔ کیا خوب بات کہی ہے کسی بزرگ نے کہ۔

"دوزخ ابھی اور یہیں موجود ہے اور اسی طرح جنت بھی یہیں ہے"۔

دوزخ کے بارے میں پریشان ہونا یا جنت کے خواب دیکھنا عبث ہے کیونکہ وہ خود ہر لمحے کے اندر موجود ہیں۔

"ہر مرتبہ جب ہم محبت کے اندر گرفتار ہوتے ہیں ہم جنت میں پہنچ جاتے ہیں"

اسی طرح

"ہر مرتبہ جب ہم نفرت وحسد کرتے ہیں یا کسی سے لڑتے ہیں تو ہم لڑکھڑا کر جہنم کی آگ میں جا گرتے ہیں"۔

کیا ضمیر کے اس کرب سے بدتر کوئی جہنم ہے جو کوئی آدمی اپنے اندر گہرائی میں یہ جان کر محسوس کرتا ہے کہ اس نے کچھ غلط کیا ہے۔ بہت ہی غلط۔ اس آدمی سے پوچھو وہ تمہیں بتائے گا کہ جہنم کیا ہے۔

کیا اس روحانی مسرت سے بہتر کوئی جنت ہے جو کسی شخص پر زندگی کے ان نایاب لمحوں میں اترتی ہے جب کائنات کے دروازے کھل جاتے ہیں اور وہ انسان خود کو ابدیت کے تمام رازوں کا مالک اور اللہ سے جڑا ہوا محسوس کرتا ہے۔ اس آدمی سے پوچھو وہ تمہیں بتائے گا جنت کیا ہے۔

لمحہء موجود واحد وقت ہے۔ جب ہم اپنی زندگی میں خدا کی موجودگی اور عدم موجودگی دونوں کا بھرپور تجربہ کر سکتے ہیں۔

جب ہم اپنوں میں سے کسی کی مدد کرتے ہیں
یا ہم اس توفیق سے محروم ہو جاتے ہیں۔
نہ جہنم میں سزا کے طور پر جلنے سے خوف زدہ ہو کر اور
نہ ہی جنت میں انعامات پانے کی خواہش کے باعث۔
کچھ لوگ خدا سے صرف اس لیے محبت کرتے ہیں
کیونکہ وہ خدا سے محبت کرتے ہیں۔
خالص اور سادہ۔ بے داغ اور ناقابل بحث
کیونکہ ان کی نگاہ میں محبت ہی سبب ہے، محبت ہی منزل ہے۔
اور جب آپ خدا سے اس قدر محبت کرتے ہیں۔

جب آپ اس کی ہر تخلیق سے اسی کی وجہ سے اور اس کی بدولت محبت کرتے ہیں تو بیرونی عناصر ہوا میں تحلیل ہو جاتے ہیں۔ اس مقام سے آگے کوئی "میں" نہیں ہو سکتی۔ آپ صرف صفر ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اتنا بڑا صفر جو آپ کے پورے وجود کو ڈھانپ لیتا ہے۔

اپنی بے قرار خواہش کو راستہ دکھاؤ۔
یہ بھٹک رہی ہے۔
یہ ذات کے سومناتوں میں ماتم کناں ہے۔
اسے اس کا کعبہ دکھاؤ۔
اپنی خواہش کو جانے کا راستہ دو۔
اسے جانا ہے۔
اس کے پاس جس نے اسے پیدا کیا ہے۔
جب یہی ادھوری خواہش اپنا رخ اللہ کی طلب کی طرف کرتی ہے تو۔
محدود کا لامحدود سے میل ہو جاتا ہے۔
خواہش کو تاثر مل جاتا ہے۔
آسودگی نصیب جاں ہو جاتی ہے۔
استقامت عطا ہو جاتی ہے۔
یہی عطائے ربی ہے۔

انسان نے اگر اس دنیا میں فی الواقع کوئی بہت بڑا اور مشکل کام کیا ہے تو وہ اللہ کے ذکر اور نفس کے تزکیہ کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔

اور اسی مقام پر خواہش ناتمام، تمام ہو جاتی ہے۔

آباد رکھے مولا

خیابان دیاں پیراں

حروف دعا: منظور حسین اختر

دعا کی اہمیت سے کسے انکار ہے۔ دعا تو مومن کا اسلحہ ہے۔ ہم سے جب کچھ بھی نہیں ہوسکتا تو ہم دعا کا سہارا ہی تو لیتے ہیں اور پھر پیٹھ پیچھے دعا کے تو کیا کہنے۔۔۔

لیکن دعا پیٹھ پیچھے بھی ہو اور ہو بھی محبوب کے لیے

تو اس دعا میں جو لطف و سرور ہے اسے کون بیان کرسکتا ہے

مزید برآں کہ

جس محبوب نے محب پر شفقتیں بھی بے شمار کی ہوں

محبتیں بھی بہت سی دی ہوں

تو ایسے محبوب کے لیے اگر لب وقفِ دعا نہ ہوں تو اور کیا ہو؟

میں پہیلیاں نہیں بجھواتا

سیدھی سی بات کرتا ہوں

دوستو! صاحبو! اب وقت ہے کہ ہم دعا کریں

اس ہستی کے لیے

جس نے ساری عمر ہمارے لیے دعا کی ہے

اور ابھی تک کر رہے ہیں

ہم دعا کریں اس ہستی کے لیے

جو ہمارے لیے زندگی بھر اپنے قیمتی وقت کی قربانی دیتے رہے

ہم سب دعا کریں اس شفیق ذات کے لیے

جو فقط ہماری تربیت کے لیے سفر کی صعوبتوں کو بھی برداشت کرتے رہے

بیماریوں اور تکلیفوں سے بھی جنگ لڑتے رہے

فقط اس لیے کہ

ہمارے دل میں اپنے خالق و مالک کا نام جگمگا جائے

ہمیں ذکر کرنا آجائے

ہمیں اللہ اللہ کرنے کا سلیقہ آجائے

ہمارا شمار بھی اللہ کے ذاکرین بندوں میں ہوجائے

ہماری بھی آخرت اچھی ہوجائے

ہم سے بھی ہمارا رب راضی ہوجائے

فقط یہی غرض تھی، یہی چاہت تھی اور یہی تڑپ تھی

جس کے لیے انہوں نے سب کچھ قربان کیا

یہ بتانے کی ضرورت تو ہے نہیں کہ یہ ہستی کون ہے

یہ تو دنیا میں ایک ہی ہستی ہے جو ایسا کرسکتی ہے

اور وہ میرے شاہ جی کی ذات گرامی ہے

اللہ انہیں شاد رکھے، آباد رکھے، سدا خوش رکھے

ان کی وہ مسکراہٹ جو مجھ جیسے کئی ٹوٹے دلوں کا سہارا ہے

اللہ اس مسکراہٹ کو ہمیشگی عطا کرے

وہ وقت میرے سامنے ہے جب کسی نے آنکھوں میں آنسو اور دل میں تڑپ لاتے ہوئے شاہ جی سے عرض کیا تھا

شاہ جی! اگر کوئی کسی کو اپنی جان کا تحفہ دینا چاہے۔۔۔

اور پھر الفاظ پر اس کی رقت نے سبقت لے لی

لیکن شاہ جی سمجھ چکے تھے

فرمایا تم نے تحفہ دیا ہم نے قبول کیا۔۔۔

ہم اللہ کی رضا پر راضی ہیں

دوستو! وہ تو اللہ والے ہیں

وہ تو اللہ کے محب بھی ہیں اور محبوب بھی ہیں

وہ تو ہمہ دم ذکر کرنے والے ہیں

وہ تو رسول اللہ ﷺ کی کچہری میں رہنے والے ہیں

انہوں نے تو کہنا ہی کہنا ہے

انہوں نے تو اللہ کی رضا پر راضی رہنا ہی رہنا ہے

انہوں نے اس جہان سے محبت ہی کب کی ہے

ان کا تو اوڑھنا بچھونا ہی یادِ محبوب ہے

لیکن ذرا سوچنا! ہمارا فرض کیا بنتا ہے

ہماری ڈیوٹی کیا بنتی ہے

ہماری محبتوں کا تقاضا کیا ہے

شاہ جی کی جانب سے کی گئی شفقتیں ہم سے کیا چاہتی ہیں

فقط اتنا کہ وفا کرو وفا کرو اور بس وفا کرو

آؤ ایک حدیث کا مفہوم پیش خدمت کروں

جو شخص صرف اپنے لیے ہی دعا کرتا رہے اور اپنے والدین کے لیے نہ کرے، گویا اس نے اپنے والدین سے وفا نہیں کی

ذرا سچ بتانا ایسا محبت کرنے والا شیخ والدین سے کہیں آگے نہیں؟

جس نے ہمیں خالق تک پہنچایا

جس نے ہمیں رحمۃ للعالمین ﷺ کی کچہری تک پہنچایا

اور جس نے ہمیں اسوۂ رسول ﷺ پر ہاتھ پکڑ کر چلنا سکھایا

جس نے ہمیں اپنی اولاد سے زیادہ پیار دیا

کیا ہم ان کے لیے دعا بھی نہ کریں

نہیں ایسا نہیں ہوسکتا

خدا کی قسم! اس وقت اگر کوئی وظیفہ ہے، ورد ہے تو بس یہی کہ مولا!!

میرے شاہ جی کی خیر کردے

مولا! شاہ جی کو ہمارے سروں پر قائم رکھ

ہم یہ کڑی دھوپ برداشت نہیں کرسکتے

مولا! میرے شاہ جی کا سایہ ہم پہ سلامت رکھ

میں ''تادیر'' کا لفظ بھی نہیں کہہ سکتا

اس لیے کہ ''دیر'' کے بعد کیا کریں گے

کیا جنت میں شاہ جی کے سایہ کے بغیر رہیں گے؟

نہیں نہیں وہ جنت ہی کیا جس میں میرے شاہ جی کا سایہ نہ ہو

وہ نعمت ہی کیا جو میرے شیخ سے کٹ کر ہو

اگر جنت ایک ماں کے قدموں میں ہوسکتی ہے

تو میرے شاہ جی کے انگ انگ میں جنت کیوں نہیں ہوسکتی۔۔۔لیکن

آنکھ والا تیرے جوبن کا نظارہ دیکھے

دیدہ کور کو کیا نظر آئے کیا دیکھے

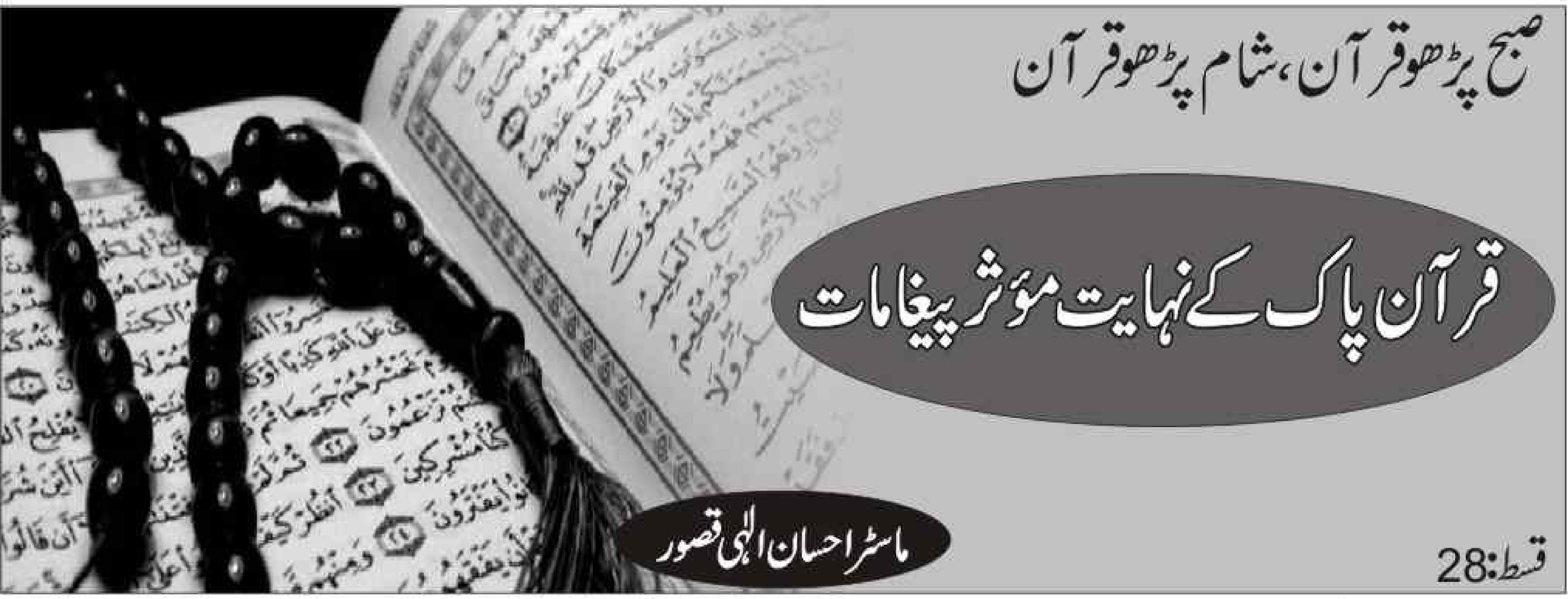

صبح پڑھو قرآن، شام پڑھو قرآن

قرآن پاک کے نہایت مؤثر پیغامات

ماسٹر احسان الٰہی قصور

قسط:28

مَایَلفِظُ مِن قَولٍ اِلَّا لَدَیہِ رَقِیبٌ عَتِیدٌ۔

(القرآن)

76: زبان کیا ہے؟

زبان خیالات کا ذریعۂ اظہار ہے۔ اس کا کام یہ ہے کہ لفظوں اور فقروں کے توسط سے انسانوں کے ذہنی مفہوم و دلائل اور ان کے عام خیالات کی ترجمانی کرے۔ اس ترجمانی میں وہ حرکاتِ جسمانی بھی شامل ہیں جو کسی مفہوم کو سمجھانے کے لیے خاص خاص زبان بولنے والوں کے درمیان مشترک ہے۔ یہاں یہ امر ملحوظ رہے کہ ماہر لسانیات زبان کی تعریف کرتے وقت صرف اسی جملہ پر اکتفا نہیں کرتے کہ وہ خیالات کو خوبی کے ساتھ دوسروں پر واضح کر دینے کا ذریعہ ہے کیونکہ یہ مقصد تو اور ذرائع سے بھی حاصل ہو سکتا ہے مثلاً حرکاتِ جسمانی یا اشارے جن سے گونگے یا وہ لوگ اپنا مطلب ادا کرتے ہیں جنہیں غیر زبان بولنے والی قوم سے سابقہ پڑتا ہے اگر آپ جانے کے ارادہ سے کرسی سے اٹھیں اور آپ کا دوست ہاتھ سے کرسی کی طرف اشارہ کرے تو کیا یہ اشارہ اس جملے کی نیابت نہیں کرے گا کہ بیٹھیے اور اگر آپ اپنا سر یا کندھے ہلا دیں تو کیا آپ کا دوست بغیر کہے نہیں سمجھ جائے گا کہ آپ کو بیٹھنے سے انکار ہے؟

دوسرا ذریعہ جس سے انسان دوسرے پر اپنے خیالات کا اظہار کرتا ہے، نقش کاری اور مخطوط اشارے ہیں جو مختلف موقعوں پر مستعمل ہوتے ہیں اور خاص کر گونگوں اور سیاحوں کو مدد دیتے ہیں لیکن محض ان کی یہ مدد جملہ انسانی کاروبار کے لیے کافی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خیالات کی ترجمانی کے لیے نطق یا قوتِ گویائی ہی ایک مکمل ترین اور سب سے زیادہ واضح ذریعہ سمجھی جاتی ہے اور اس بنا پر یہ مقولہ عام طور پر رائج ہو گیا ہے کہ قوتِ گویائی ہی انسان اور حیوان کے درمیان باعثِ امتیاز ہے۔ زبان کی یہ خصوصیت نہایت اہم ہے کہ وہ صرف انسان ہی کو حاصل ہے اور جاہل سے جاہل بلکہ وحشی سے وحشی انسان بھی گفتگو کر سکتے ہیں حالانکہ دوسرے حیوانات خواہ ان کی فہم و استعداد کتنی ہی ترقی یافتہ کیوں نہ ہو، گفتگو نہیں کر سکتے۔ یہ امتیاز ظاہر کرتا ہے کہ تکوینِ عالم کے وقت پروردگار نے اسی طرح ہم میں بات چیت کرنے کی اہلیت پیدا کی جیسا کہ اُس نے ہم کو سانس لینے، چلنے پھرنے اور کھانے پینے کی قابلیت عطا کی۔

پس زبان کی واضح تعریف ان الفاظ میں کی جا سکتی ہے کہ زبان انسانی خیالات، اشاروں کا نام ہے، جن میں زیادہ تر قوتِ گویائی شامل ہے اور جن کو ایک دوسرا انسان سمجھ سکتا ہے اور جس وقت چاہے اپنے ارادہ سے دہرا سکتا ہے۔

زبان کی حفاظت واہمیت

زبان خدا کی نعمت، عقل اور دل کی ترجمان ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوقات جنہیں اُس ذاتِ پاک نے کُن کہہ کر پیدا کیا اور مخلوقِ انسان کو اپنے ہاتھوں سے اچھی شکل دے کر اشرف المخلوقات کے شرف سے نوازا۔ اس کے دل و دماغ کے ساتھ ساتھ زبان کو بے پناہ اہمیت ہے۔ زبان ایک چھپا ہوا گوشت کا ٹکڑا ہے مگر اس کی حفاظت و اہمیت شریعتِ مطہرہ کے اندر بہت زیادہ بیان کی گئی ہے۔ انسان زبان سے نہ صرف چکھ سکتا ہے، گفتگو بھی کرتا ہے بلکہ اس سے اچھے اور برے کے مظاہر بھی پیش کرتا ہے۔ زبان کی سطح میں جو بلندیاں ہیں وہ حسی اعصاب کی شاخیں ہیں۔ جب کوئی چیز چکھی یا کھائی جائے تو اس کے ذرات عصبی شاخوں سے لگتے ہیں اور وہاں سے دماغ کو ذائقہ کا احساس جاگزیں ہوتا ہے۔ زبان کے مختلف مقامات پر مختلف قسم کی قوتِ ذائقہ ہوتی ہے۔ منہ کے مختلف اطراف و جہات میں زبان کے حرکت کرنے سے لفظ بنتے ہیں اور جب لفظوں کی مدد سے گفتگو کرتے ہیں تو دل کی بات ظاہر ہوتی ہے۔ جو نہیں بول سکتے وہ گونگے ہیں اور اس نعمت سے محروم ہوتے ہیں اور اشاروں کنایوں میں اپنا مدعا بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ زبان عجائباتِ قدرت الٰہیہ کی مظہر ہے۔ زبان اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت ہے۔ خدا تعالیٰ کی اس عظیم نعمت کی گہرائی میں غور و فکر کریں تو بے ساختہ سورۃ رحمٰن یاد آتی ہے جس میں ربِّ کریم نے بنی نوع انسان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ''تو تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے''۔ زبان کی حفاظت کی جائے تو اس سے بڑے بڑے نتائج حاصل ہوتے ہیں اور اگر اس کی نگرانی نہ کی جائے تو اس کے ذریعے بڑے بڑے فساد اور شر جنم لیتے ہیں اور جھگڑا و فساد پیدا ہوتا ہے۔

قرآن و حدیث میں زبان کی بڑی حفاظت و اہمیت بیان کی گئی ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

''انسان زبان سے کوئی لفظ ادا نہیں کرتا مگر ایک تیز تیار فرشتہ اسے محفوظ کر لیتا ہے''۔

(سورۂ ق :18)

حدیث پاک ہے:

''کسی بندے کا ایمان درست نہ ہوگا جب تک اس کا دل درست نہ ہوگا اور دل درست نہ ہوگا جب تک کہ زبان درست نہ ہو''

(مسند احمد، ترغیب)

پھر فرمایا گیا

"جو زبان کی حفاظت کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کے عیبوں کو چھپائے گا"۔ (طبرانی)

حضرت جحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے لوگوں سے دریافت کیا کہ سب سے بہتر کام اللہ کے نزدیک کیا ہے، لوگ خاموش رہے، کسی نے کوئی جواب نہ دیا تو آپ ﷺ نے خود ہی ارشاد فرمایا:

"یعنی سب سے افضل کام اللہ کے نزدیک زبان کی حفاظت ہے"۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کس چیز سے نجات ہے؟ تو آپ نے فرمایا:

" اپنی زبان روک لو، اپنے گناہوں پر روتے رہو"۔ (ابوداؤد۔ترمذی)

پھر فرمایا:

"ہر صبح کو تمام اعضائے انسانی عاجزی کر کے زبان سے کہتے ہیں کہ خدا سے ڈرتی رہ ۔ہم سب تیرے تابع ہیں، اگر سیدھی رہے گی تو ہم سب سیدھے رہیں گے اور اگر تو ٹیڑھی ہو گئی تو ہم سب ٹیڑھے ہو جائیں گے"۔ (ترمذی)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "کیا میں تمہیں تمام نیکیوں جڑ نہ بتاؤں"، میں نے عرض کیا ہاں جی یا رسول اللہ ﷺ چنانچہ آپ نے فرمایا: "تم اسے روکے رکھو اور زبان کی طرف اشارہ فرمایا یعنی زبان کی حفاظت و نگرانی کرو"۔ میں نے عرض کیا یا نبی اللہ کیا ہم اپنی باتوں کی وجہ سے پکڑ میں آئیں گے؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا: "تمہاری مائیں تمہیں گم پائیں زیادہ تر اپنی باتوں کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے"۔

(احمد، ترمذی)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک دن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو دیکھا کہ حضرت ابو بکر عمر رضی اللہ عنہ اپنی زبان کھینچ رہے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ آپ کو معاف فرمائے آپ کیا کر رہے ہیں؟ فرمایا! عمر کہ یہی زبان مجھے بد ترین گھاٹ پر لے جاتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا جسم کا ہر حصہ زبان کی تیزی کی شکایت کرتا ہے، اسی لیے اپنی زبان کھینچ رہا ہوں تا کہ اس کی تیزی باقی نہ رہے اور میرے قابو میں رہے۔ (بیہقی)

آپ ﷺ کا ایک اور فرمان بھی ہے:

"جو اپنی زبان اور شرمگاہ کی حفاظت کا وعدہ کرے تو میں اس کے لیے جنت کا ذمہ دار ہوں"۔ (بخاری)

زبان کی وجہ سے سرزد ہونے والے 40 گناہ

1۔ جھوٹ بولنا 2۔ غیبت کرنا
3۔ وعدہ خلافی 4۔ زیادہ مذاق کرنا
5۔ بداخلاقی کرنا 6۔ دل توڑنا
7۔ بے عزتی کرنا 8۔ تہمت لگانا
9۔ طعنے دینا 10۔ ناحق حکم دینا
11۔ بے جا سرزنش کرنا
12۔ کسی کا مذاق اڑانا
13۔ ناامید کرنا
14۔ دکھاوے کی گفتگو کرنا
15۔ برائی کا حکم دینا
16۔ نیکی سے روکنا
17۔ دل آزاری کرنا
18۔ جھوٹی گواہی دینا
19۔ بڑھکیں مارنا
20۔ افواہیں پھیلانا
21۔ مومن کو رنجیدہ کرنا
22۔ فحش گوئی
23۔ سخت کلامی
24۔ نکتہ چینی کرنا
25۔ الٹے نام سے پکارنا
26۔ نامحرم سے رغبت سے گفتگو کرنا
27۔ چاپلوسی اور خوشامد کرنا
28۔ بے جا واویلا کرنا
29۔ لوگوں پر آوازیں کسنا
30۔ بہانہ جوئی و مکارانہ گفتگو کرنا
31۔ مسائل دینی میں ردّوبدل
32۔ لوگوں کے راز فاش کرنا
33۔ بغیر تحقیق کے خبر دینا
34۔ چغلی کھانا
35۔ عیب جوئی کرنا
36۔ کفر و شرک کی تصدیق کرنا
37۔ لوگوں کو ناحق بدنام کرنا
38۔ جھوٹی قسم کھانا
39۔ مسجد میں عبادت کی بجائے شور کرنا
40۔ دین میں بدعات ایجاد کرنا

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی حکمت افروز باتیں

امام غزالی جو دانش و حکمت کے بھی امام ہیں اور صفا و معرفت کے بھی شناور ہیں۔ ارشاد فرماتے ہیں کہ اپنی گفتگو کو جھوٹ سے بچاؤ، اگر زبان کو بیہودہ گوئی اور جھوٹ کی عادت ڈال لو گے تو پھر کوشش کے باوجود جھوٹ سے نہ بچ پاؤ گے۔ جھوٹ کبیرہ گناہوں کی ماں ہے۔ جب لوگوں کو معلوم ہو جائے گا کہ تم جھوٹ کے عادی ہو تو تمہارا رعب جاتا رہے گا اور تمہاری بات کا کوئی اعتبار نہیں کرے گا ۔ لوگ تمہیں حقارت کی نظروں سے دیکھنے لگیں گے دوسرا فرمایا کہ وعدہ خلافی سے بچو۔ جب کسی سے وعدہ کرو تو ضرور اسے پورا کرو بلکہ لوگوں پر احسان کرنے کی کوشش کرو۔ اگر کسی ضرورت کی وجہ سے وعدہ خلافی کرو تو یہ نفاق اور بد خلقی کی علامت ہے۔

حضور ﷺ کا فرمان ہے:

"کوئی شخص خواہ نماز پڑھے یا روزہ رکھے اگر اس میں تین خصلتیں ہیں تو منافق ہے:

اول! بات کرے تو جھوٹ بولے۔

دوم! جب وعدہ کرے تو پورا نہ کرے۔

سوم! امانت میں خیانت کرے۔

تیسری جگہ ارشاد فرمایا: گفتگو میں خود نمائی، جھگڑے اور دشمنی سے زبان کو بچاؤ کیونکہ ایسا کرنا مخاطب کی ایذا رسانی اور اپنے علم اور ذہانت کی تعریف کرنا ہے۔ ہوسکتا ہے شیطان تمہیں یہ کہہ کر دھوکا دے کہ سچ بات ظاہر کرنے میں سستی کیسی؟ شیطان ہمیشہ احمقوں کو نیکی کا دھوکا دے کر برائی کی طرف لے جاتا ہے۔ تم ایسا کر کے شیطان کے ہاتھوں بیوقوف نہ بنو۔ اظہارِ حق اچھی بات ہے بشرطیکہ مخاطب کو خفیہ طور پر سمجھاؤ نہ کہ خودنمائی کے طور پر۔ نصیحت کے ڈھنگ اور ہی ہوا کرتے ہیں، اس میں سراسر نرمی برتی جاتی ہے۔ سختی سے نصیحت کرنا مخاطب کی رسوائی کے مترادف ہے۔ ایسی گفتگو یا نصیحت کا بجائے فائدہ کے نقصان ہوتا ہے۔ جو شخص بُرے لوگوں کی صحبت میں رہ کر جھگڑالو اور خودنما ہو گیا ہو اور خاموش رہنا اس کے بس میں نہ ہو اور اسے بُرے علماء سے ملاقات کا موقع پیش آئے اور بحث و مباحثہ کر کے ان کے عیوب کے ظہور کی بجائے

تعریفوں کے پُل باندھنے لگے تو ایسے شخص سے اس طرح بھاگو جیسے شیر سے ڈر کر بھاگا جاتا ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے چوتھی جگہ فرمایا: غیبت سے بچو۔غیبت کے یہ معنی ہیں کہ انسان کی پیٹھ پیچھے اس کا ایسے ذکر کیا جائے کہ وہ سن لے تو اسے ناگوار گزرے۔ اگر تم ظالم کی غیبت اپنے آپ کو سچا سمجھتے ہوئے کرو گے تو بھی غیبت ہوگی۔خود پسند اور ریاکار کی غیبت سے بھی بچو کیونکہ ان معاملات میں کم از کم تم یہ کہو گے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اصلاح کرے،ان کے عمل کی وجہ سے مجھے تکلیف پہنچی اور اللہ تعالیٰ ان کی اور میری اصلاح کرے تو ایسا کہنے میں دو بری باتیں ہیں: ایک غیبت اور دوسرے گناہ سے باز آنے اور اصلاح کی دعا کرنے سے اپنی تعریف بیان کرنا۔اگر ''اللہ تعالیٰ ان کی اصلاح کرے'' سے مراد دعا ہے تو یہ دعا تمہیں پوشیدہ انداز میں کرنی چاہیے اور اگر حقیقتاً تمہیں ان کے اعمال سے تکلیف پہنچی ہے تو اس کی علامت یہ ہونی چاہیے تھی کہ تم اس کی رسوائی اور غیبت کا ارادہ نہ رکھتے لیکن تم نے اس کے جس عیب کی وجہ سے غم اور تکلیف کا اظہار کیا ہے یہ بھی اظہارِ غیبت ہے اور اس غیبت سے اللہ تعالیٰ کا یہ قول روکتا ہے: تم آپس میں ایک دوسرے کی غیبت نہ کیا کرو۔کیا تم میں سے کوئی اپنے مردہ بھائی کے گوشت کو کھانا پسند کرتا ہے۔''
(الحجرات 12)

اگر تمہیں اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے کو کہا جائے تو تمہیں ناگوار گزرے گا اور تم اپنی کراہیت کا اظہار کرو گے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے غیبت کرنے والوں کو مردہ بھائی کے گوشت کھانے سے تشبیہ دی ہے اور تمہیں مسلمانوں کی غیبت سے منع کیا۔اگر تم دوسروں کے عیبوں کو چھپاؤ گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے عیبوں کو چھپائے گا اور اگر تم کسی کی غیبت کرو گے تو اللہ تعالیٰ دنیا میں تمہیں لوگوں کے ذریعے اور آخرت میں ان کے سامنے بےعزت کرے گا اور اگر تم اپنے اندر کوئی ظاہری یا باطنی عیب نہیں دیکھتے تو یاد رکھو کہ نفس کے عیوب سے جاہل ہونا ہی سب سے بڑا عیب ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی حماقت نہیں۔

گزشتہ چار سالوں میں پاکستان اخلاقی لحاظ سے جس قدر گر چکا ہے۔اُس کا تصور کر کے کلیجہ منہ کو آتا ہے اور پورا اسلامی ملک پوری دنیا کے لیے باعثِ ندامت بنا ہوا ہے۔قوم کے لیڈر جو قوم کے راہنما اور پاسبان ہوتے ہیں وہی اگر عوامی اجتماعات، پریس کانفرنسز اور میڈیا پر اپنی ذاتی انا اور کرپشن چھپانے کی آڑ میں غلیظ، غیر معیاری، غیر مہذب اور گندی زبان استعمال کریں گے۔بداخلاقی، بدزبانی اور گالی گلوچ کے کلچر کو فروغ دیں گے۔وعدہ خلافی کرنے اور بات بات پر یوٹرن لینے میں فخر محسوس کریں گے، الٹے سیدھے ناموں سے اخلاق کے دامن کو تار تار کریں گے اور یہاں تک کہ خواتین کی تضحیک میں بھی جھجک محسوس نہیں کریں گے تو اُس قوم کے عوام کا حال اور مستقبل کیا ہوگا۔بات بات پہ دھرنے، ہڑتالیں، روڈ بلاک، سرکاری و نجی املاک کو نقصان، توڑ پھوڑ وغیرہ روزمرہ کا وطیرہ اور معمول بن چکا ہے۔ملک جام ہو کر رہ گیا ہے۔ان حالات کی اصل جڑ زبان ہے۔بغیر ثبوت کے الزام تراشی، تہمت اور بہتانوں کے طومار کھڑے کریں گے تو کیا پوری دنیا میں ہماری جگ ہنسائی نہ ہوگی؟ اور ہمارے سر شرم اور غیرت سے جھک نہ جائیں گے۔ایسے میں ملک کی معیشت اور تعمیر و ترقی میں کیا خاک ترقی پیش رفت ہوگی۔کیا ریاستِ مدینہ کے دعویداروں کے کرتوت اور لچھن ایسے ہوتے ہیں۔ریاستِ مدینہ کے داعی کیا مدینہ منورہ کی پاک دھرتی پر روضۂ رسول ﷺ کے احاطہ میں ہلڑ بازی، نعرہ بازی اور آوازیں کسنے کا مظاہرہ کرتے ہیں جہاں سانس بھی احتیاط سے لینا لازم ہے۔گھر گھر لڑائی جھگڑے، نفرت، حقارت، بحث و تکرار، تو تکار، گالی گلوچ، دوست دوست سے چاک گریبان کا ماحول کہیں ہمیں راندۂ درگاہ نہ بنادے، الامان! الحفیظ!۔

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے
اِس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

عقلمند اور دانا لوگوں کا قول ہے کہ اگر کوئی تمہارے ساتھ بدسلوکی سے بات کرے تو تم اس سے حسن سلوک سے بات کرو۔زبان انسان کا شجرہ بتاتی ہے۔انسان کی پہچان لہجہ سے ہوتی ہے۔اگر آپ کسی کو کوئی بات باور کرانا چاہیں تو شستہ اور شائستہ زبان میں بات کریں مثلاً اگر کوئی آپ سے یہ پوچھے کہ تمہارے گھر میں یہ عورت کون ہے تو آپ اگر یہ کہیں کہ یہ میرے باپ کی بیوی ہے تو یہ مناسب نہیں ہے اور لوگ آپ کو عقلمند نہیں سمجھیں گے اور اگر آپ اس انداز میں جواب دیں کہ یہ میری ماں یا والدہ محترمہ ہیں تو آپ نے مناسب لفظ ادا کیے۔زبان انسان کو توڑ بھی دیتی ہے اور جوڑ بھی دیتی ہے۔اگر آپ گالی کا جواب گالی سے دیں گے تو معاملہ بگڑ جائے گا اور جھگڑے اور فساد جنم لیں گے۔یہی زبان انسان کو آسمان کی بلندیوں پر بھی لے جاتی ہے اور پٹخ کر زمین پر گرا بھی دیتی ہے۔کہتے ہیں کہ تلوار کا زخم تو بھر جاتا ہے لیکن زبان کا زخم نہیں بھرتا۔اپنی زبان کو قابو میں رکھو اور اس سے کسی کو اذیت نہ دو۔خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے ہندو لوگوں کے دلوں کو تلوار سے نہیں زبان کی مٹھاس، چاشنی، حلاوت اور محبت بھری باتوں سے فتح کیا تھا اور 90 لاکھ سے زائد ہندوؤں کو کلمہ پڑھا کر مسلمان کیا تھا اور آج بھی ہندو آپ کے مزارِ اقدس پر حاضری دینا سعادت سمجھتے ہیں۔اخلاق اور پیار کی زبان بہت اثر رکھتی ہے۔اسی طرح داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ، غوثِ پاک رحمۃ اللہ علیہ، بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ، بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ وغیرھم جیسی اولوالعزم اور جلیل القدر شخصیات نے اپنی زبان، اخلاق سے لوگوں کے دل جیتے اور اُن کی کایا پلٹی، انہیں اسلام اور قرآن کا متوالا بنا دیا اور اہلِ بیت اطہار کا ادب اور مقام اُن کے دلوں میں جاگزیں کیا۔

زبان کی مناسبت سے چند اقوال

1۔قرآن مجید، فرقانِ حمید کی سورۂ احزاب کی آیت نمبر 70 میں ارشاد ہوتا ہے:

''اے ایمان والو! ڈرو اللہ سے اور ہمیشہ سیدھی اور کھری بات کیا کرو''۔

2۔ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''اے عائشہ! لوگوں میں سب سے بدترین لوگ وہ ہیں جن کا احترام و تکریم ان کی زبانوں سے بچنے کے لیے کیا جائے''۔

(سنن ابو داؤد)

3۔مفکرِ اسلام، مفسرِ قرآن علامہ پیر سید ریاض حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی فرماتے ہیں:

''مشکلات کے اندھیروں میں امید کی روشنی صرف ذکر اللہ، ذکرِ خدا اور ذکرِ باری سے پھوٹتی ہے۔نام اللہ سے اپنی زبانوں کو تر رکھنے والے اور اپنی روح کو حرارت دینے والے کبھی نامراد نہیں ہوتے''۔

4۔بحث گفتگو کی موت ہے۔

5۔ اگر آپ کسی کا دکھ درد نہ بانٹ سکتے ہوں تو تسلی کے دو بول کہہ دیجیے جو کسی کے لیے سکون کا باعث بن سکتے ہیں۔

6۔ چغل خور سے مشورہ نہیں کرنا چاہیے۔

7۔ بار بردار گدھے اور بیل مردم آزار آدمیوں سے بہتر ہیں۔

8۔ دانا وہ ہے جو کم بولے اور زیادہ سنے۔

9۔ اپنا اندازِ گفتگو نرم اور شائستہ رکھو کیونکہ لہجے کا اثر الفاظ سے زیادہ اثر رکھتا ہے۔

10۔ پہلے تولو پھر بولو۔

11۔ زبان سے ہمیشہ جوڑنے کی کوشش کیجیے، توڑنے کی نہیں۔ دنیا میں سوئی بن کر رہیے قینچی بن کر نہیں کیونکہ سوئی دو کو ایک کر دیتی ہے اور قینچی ایک کو دو کر دیتی ہے۔

12۔ حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی: ”کسی محفل میں بیٹھو تو اپنی زبان کو قابو میں رکھنا، اللہ اور موت کو ہر وقت یاد رکھنا“۔

13۔ کم بولنا حکمت ہے۔

14۔ اگر زبان کی پھیلائی ہوئی مصیبتوں کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ خاموشی میں کتنی راحت ہے۔

(واصف علی واصف)

(جاری ہے)

بقیہ ”تجارت اور اصول تجارت“

مضارب کے حقوق وفرائض

❁ مضارب کے لیے ضروری ہے کہ وہ معاہدہ کی تمام شقوں اور شرائط کی پابندی کرے۔

❁ مضارب کی دوسرے شخص کے ساتھ بھی مضاربت کا معاملہ کرسکتا ہے اور یہ کہ اس کو ایسا کرنے سے روک دیا جائے۔

❁ کوئی تیسرا شخص مضارب کی بلا معاوضہ مدد کرسکتا ہے تا کہ وہ کاروبار کو بہتر طور پر چلا سکے۔

❁ اکثر فقہاء کا کہنا ہے کہ ربّ المال' مضارب کے ساتھ کاروبار میں عملی حصہ نہیں لے سکتا کیونکہ اس سے مضارب کے اختیارات محدود ہو جاتے ہیں جبکہ شاف مکتبہ فکر کے کچھ علماء اس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ ربّ المال' مضاربت میں عملی حصہ بھی لے سکتا ہے۔ دور جدید کے بڑے پیمانے کے کاروبار جن میں فیصلوں کا اختیار فرد واحد کی بجائے بالعموم ایک بورڈ آف ڈائریکٹرز کے پاس ہوتا ہے۔ ربّ المال کا مضاربت کے کاروبار میں عملی شرکت کرنا جائز ہے۔

❁ معاہدہ مضاربت میں ضارب کی طرف سے راس المال (سرمایہ) کی بحفاظت واپسی کی ضمانت دینے سے مضاربت کا معاہدہ منسوخ ہو جاتا ہے۔ البتہ مضارب کی طرف سے پوری ذمہ داری سے کام کرنے کی ضمانت لی جاسکتی ہے۔

❁ مضارب کو اختیار حاصل ہے کہ وہ کاروباری خرید و فروخت کرسکتا ہے۔ اشیاء وغیرہ کو اپنے قبضے میں رکھ سکتا ہے۔ کسی فرد کے ساتھ رہن (قرض یا ادھار دیتے ہوئے ضمانت کے طور پر کوئی چیز رکھنا) کا معاملہ کرسکتا ہے۔ کسی دوسرے فرد کے ساتھ مضاربت کا معاملہ کرسکتا ہے۔ الا یہ کہ اس کو ایسا کرنے سے روک دیا جائے۔

❁ مضارب کو یہ اختیار حاصل نہیں کہ وہ ربّ المال کا سرمایہ کسی دوسرے شخص کو قرض دیدے یا کسی کو مفت دے۔ البتہ ربّ المال کی اجازت سے قرض دے سکتا ہے۔

❁ مضاربت کے معاہدہ میں ربّ المال کی مالی ذمہ داری اس کے فراہم کردہ سرمائے کی حد تک محدود ہوتی ہے۔ الا یہ کہ اس نے مضارب کو قرض لینے یا ادھار خریدنے کی اجازت دی ہو۔

❁ مضارب کاروبار میں ادھار فروخت کا اختیار رکھتا ہے۔ الا یہ کہ اس کو صاحب سرمایہ روک دے۔

معاہدہ مضاربت کی مدت

❁ مالک سرمایہ یا مضارب دونوں میں سے کوئی ایک فریق یا دونوں معاہدہ کو کسی وقت بھی منسوخ کر سکتے ہیں۔ اگر معاہدہ میں دو سے زائد افراد ہیں تو ان میں معاہدہ برقرار رکھا جاسکتا ہے۔

❁ مضاربت کا معاہدہ ایک خاص عرصہ وقت کے لئے بھی کیا جا سکتا ہے اور لامحدود مدت کے لئے بھی۔

❁ معاہدہ مضاربت کسی ایک فریق کی موت سے ختم ہو جاتا ہے البتہ دو سے زائد افراد کی صورت میں معاہدہ کو باقی فریق جاری رکھ سکتے ہیں۔

❁ معاہدہ مضاربت پہلے سے طے شدہ شرائط پر مسلسل جاری رکھا جا سکتا ہے۔ مثلا مضاربت کا معاملہ ایک معین عرصہ کے لیے کیا گیا اور جو کام شروع کیا گیا وہ مقررہ مدت سے پہلے ہی ختم ہو گیا اس صورت میں مضاربت سرمایہ کو بقیہ عرصہ کے لیے دوسرے کاروبار میں لگا سکتا ہے۔ البتہ اس صورت میں نفع ونقصان کے حوالے سے کچھ اختلاف رائے ہے۔

نفع ونقصان کے احکام

❁ شراکت کے معاملہ میں نقصان کاروبار میں لگائے گئے سرمایہ کے تناسب سے سرمایہ کے مالکوں کو برداشت کرنا ہوتا ہے چونکہ مضاربت میں سرمایہ ایک فریق لگاتا ہے اس لیے نقصان کی ذمہ داری بھی اسی پر ہے یعنی کاروبار میں جو بھی ہوگا وہ رب المال کو پورا کرنا ہوگا۔

❁ نفع کی تقسیم معاہدہ مضاربت میں طے شدہ نسبتوں سے ہوگی کسی بھی فریق کے لئے کوئی متعین رقم پیشگی طے نہیں کی جاسکتی۔

❁ حنفی فقہ کے مطابق راس المال ربّ المال کے حوالے کرنے سے پہلے نفع کی تقسیم درست نہیں۔

❁ مسلسل جاری کاروبار میں نقصانات کی تلافی نفع سے کی جاتی رہے گی۔ یہاں تک کہ کاروبار ختم کر کے حساب صاف کر لئے جائیں۔

❁ فریقین کے نفع ونقصان کی مقداروں کا تعین کاروبار ختم ہونے پر ہی کی جائے گی۔

❁ کاروبار میں نفع کے حق دار نفع کے مالک اس وقت قرار پائیں گے جب اصول سرمایہ ربّ المال کو واپس مل جائے خواہ اپنے سرمایہ پر اس کا قبضہ عملا ہو یا قانونا مثلاً اگر ایک فرد کی بنک کے ساتھ مضاربت کا معاہدہ کرے تو اس معاہدے کے اختتام اور نفع کی تقسیم کے لیے یہ کافی ہوگا کہ اصول سرمایہ اس فرد کے کھاتے میں جمع کر دیا جائے یہ قانونی قبضہ ہے۔

❁ نفع سرمایہ میں اضافہ کا باعث ہوگا حقیقی منافع نہ ہونے کی صورت میں مضارب کی محنت کا ازالہ ضروری ہے۔

❁ کاروبار میں کسی قسم کے اختیارات کا حصول یا مختلف تصرفات اور معاہدات کی اجازت یا کسی قسم کی پابندیاں باہمی رضامندی سے عائد کی جاسکتی ہیں۔

(سوال نمبر: 1347، 4636 فتویٰ آن لائن۔
ازمفتی: عبدالقیوم ہزاروی)

اُف سرقۂ راز کیا ہے، دعا دو معاف ہو جائے

حافظ شیخ محمد قاسم

لالہ جی محمد جمشید قدس سرہ الکریم شاہ جی کے پیرو مرشد ہیں اور ہمارے دادا مرشد۔ لالہ جی علیہ الرحمہ کو شاہ جی سے بے انتہا محبت تھی۔ شاہ جی پہلی مرتبہ عارضۂ قلب میں مبتلا ہوئے تو مرشد کریم کی بارگاہ میں حاضری ہوئی مجھے شاہ جی کے ساتھ گاڑی چلا کر ''مرج البحرین'' سے فیض پانے کی سعادت ملی، کچھ باتیں تو لاہوت جبروت کی ہوئیں، جو میری سمجھ سے بالا تر تھیں۔ یہ مقامِ حیرت ہے، سکر ہے، صحو ہے کچھ جان نہ سکا البتہ شاہ جی نے حضرت کا ہاتھ پکڑ کر اپنے سینے پر رکھا اور پھر کھل کر روئے بعد میں یہ راز کھلا کہ یہ مسترشد کی مرشد سے آخری ملاقات تھی۔ باتوں کا سلسلہ تھا اور تھوڑی دیر کے لیے محفل پر جیسے کسی نے سکوت اور نور کی چادر ڈال دی ہو۔ لالہ جی فرمانے لگے شاہ جی گزشتہ شب صحن میں لگے ہوئے اس درخت کے نیچے خواب میں بارگاہِ رسالت ﷺ کے اندر میری حاضری ہوئی، میں نے شاہ جی آپ کے دردِ دل کا ذکر کیا تو آپ ﷺ فرمانے لگے:

''کہو کہ سونف اور کہر کا سفوف بنا کر ایک چمچ روز کھائے، انشاءاللہ ٹھیک ہو جائے گا''۔

شاہ جی کہتے ہیں میرے دل کا زخم ٹھیک ہو گیا۔ روح مستقل حزن و ملال کا شکار ہو گئی شاید اشارہ پیرو مرشد کے دنیا سے اٹھ جانے کی طرف تھا۔

راولپنڈی میں راجڑ شریف معروف علمی اور روحانی زاویہ ہے یہاں کے مفتی غلام ربانی صاحب علیہ الرحمہ نیک دل، خدا ترس، متقی اور زاہد عالم دین تھے۔ علاقہ میں اُن کی روحانی کرامات کا چرچا تھا۔ آپ شاہ جی سے قلبی لگاؤ اور محبت رکھتے تھے۔ 1988ء کا الیکشن ہوا تو شاہ جی راجڑ شریف گئے آپ قومی اسمبلی کے الیکشن میں حصہ لے رہے تھے۔ مفتی صاحب علیہ الرحمہ کو پتہ چلا تو آپ استقبال کے لیے گاؤں سے باہر آئے۔ مجھے اب بھی یاد ہے ایک پھلاہی کے بڑے درخت کے نیچے دونوں بزرگوں کی ملاقات ہوئی۔ مفتی صاحب علیہ الرحمہ فرمانے لگے شاہ جی! ہماری جان، ہمارا مال، ہمارا ووٹ سب کچھ آلِ محمد ﷺ کا ہے لیکن آپ تکلیف نہ فرمائیں آپ الیکشن نہیں جیت سکتے'' میں نے خواب میں حضور ﷺ کی زیارت کی ہے شاہ جی آپ اپنا سر آپ ﷺ کے مبارک کندھوں پر رکھ کر رو رہے ہیں اور پڑھ رہے ہیں: **اتنا فی الآخرۃ حسنہ** ''مجھے آخرت میں حسنہ دے''، میں نے تعجب سے عرض کی حضور ﷺ شاہ جی ''**اتنا فی الدنیا**'' نہیں پڑھ رہے، فرمایا ''اس کا حصہ آخرت میں ہے''۔ مفتی صاحب نے فرمایا پیرو! میں یہی سمجھا ہوں الیکشن میں آپ کا حصہ نہیں۔

شاہ جی بجھے بجھے واپس ہوئے۔ میں نے پوچھا جناب اب کیا ہوگا؟ آپ نے روتے ہوئے فرمایا میرا حصہ آخرت میں ہے لیکن نیکی اور بدی کی کشمکش میں نیکی کی طرف اُٹھنے والا قدم واپس نہیں ہو سکتا۔

شاہ جی دو چار ہزار ووٹوں سے قومی اسمبلی کا انتخاب ہار گئے لیکن ایک دن ٹینچ بھاٹہ میں ہم سب آبادی نمبر تین کی مسجد میں درس کے بعد بیٹھے تھے کہ ایک پُراسرار شخصیت، باوقار چہرہ اور خوبصورت آنکھیں رکھنے والے بزرگ محفل میں داخل ہوئے، محفل میں تقریباً سو آدمی موجود ہوں گے۔ رعب دار آواز میں سلام کیا اور شاہ جی سے مخاطب ہوئے:

''حضور ﷺ نے آپ کو سلام دیا ہے اور فرمایا ہے غم نہ کھاؤ اور نیکی کے غلبہ کے لیے جدوجہد جاری رکھو''

وہ شخص کون تھا، کدھر سے آیا اور کدھر چلا گیا، یہ راز ہے لیکن شاہ جی کو معلوم ہوگا ہمیں آج تک خبر نہ ہو سکی کہ وہ کون تھا؟

ہندوستان کی ایک بہت بڑی روحانی شخصیت نے شاہ جی کی طرف خط لکھا اور بہت ساری باتوں کے علاوہ استفسار کیا:

''بندہ نواز! آپ کے بزرگوں کے صدقے، بارگاہ بے کس پناہ میں حضوری ہوئی لیکن آپ کو وہاں اقرب پایا آپ کون سا درود شریف پڑھتے ہیں معلوم ہو تا کہ افادہ کے لیے اسے عام کیا جائے''۔

شاہ جی نے جواب لکھا:

''میرا کوئی وظیفہ نہیں ایک مسکین گناہ گار اور محتاج کردگار کی جگہ آپ ﷺ کے قدم ہیں دعا کرو یہ معراج پالوں البتہ درود شریف جو بھی پڑھوں توجہ سے پڑھتا ہوں''۔

معلوم نہیں انہیں یاد ہو نہ ہو ایک بار تلہ گنگ کے ایک سیفی بزرگ تشریف لائے اور شاہ جی سے کہا رات مولا علی رضی اللہ عنہ کی زیارت ہوئی۔ شہزاد شاہ بھی ساتھ تھے آپ رضی اللہ عنہ نے ایک پیغام بھیجا کہ

''بیٹے سید ریاض کو کہو کہ درودِ ابراہیمی کی ایک تسبیح ہر روز پڑھا کرے''

وفد تو چلا گیا میں نے شاہ جی کو آمادہ کرنے کی کوشش کی کہ وہ کچھ تبصرہ کریں لیکن ان چند جملوں کے سوا آپ نے کچھ نہ فرمایا:

عزیزم قاسم! میں چھوٹا آدمی ہوں، گناہ گار ہوں، اللہ کی رحمت کا محتاج ہوں، میرا کوئی مقام نہیں، بزرگوں کی عنایات سے انکار نہیں کرتا، مرشد کی نظر ہو تو آسمانوں کے بُعد بھی دو قدم ہوتے ہیں، میرے لیے دعا کرو اللہ بزرگوں کے دکھائے ہوئے راستے پر استقامت نصیب کرے۔ ہمارے پیر صاحب نے کہا تھا خوابوں میں نہ کھو جاؤ، شریعت بیضا کی روشنی میں زندگی بسر کرو، زندگی وہی اچھی ہے جس کے شب و روز میں بندہ مسلمان محسوس ہوتا رہے۔

قارئین شاہ جی کے رازوں کا سرقہ کیا ہے؟ دعا فرماؤ معافی ہو جائے۔

تاجدار صداقت کانفرنس

منظور حسین اختر

ہر سال کی طرح اس سال بھی ادارہ تعلیمات اسلامیہ میں حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں عقیدت و محبت کے پھول نچھاور کرنے کے لیے تاجدار صداقت کانفرنس کا اہتمام کیا گیا۔ جس میں کثیر تعداد میں علماء و مشائخ نے شرکت کی معروف نعت خوانوں نے بارگاہ رسالت و صدیقیت میں گلہائے عقیدت پیش کیے۔ اس کانفرنس میں مفکر اسلام مفسر قرآن پیر سید ریاض حسین شاہ جی نے خصوصی خطاب فرمایا۔ آپ نے علماء و مشائخ کے نام لے لے کر انہیں خراج محبت پیش کیا اور فرمایا کہ:

”مجھ ایسا چھوٹا آدمی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بڑی بارگاہ میں کیسے ہدیۂ عقیدت پیش کر سکتا ہے“۔

محفل کی کیفیت اور اس کا رنگ آپ شاہ جی کے اس جملہ سے سمجھ سکتے ہیں:

”محفل کا رنگ دیکھ کر محسوس ہوتا ہے کہ اس محفل میں مضراب محبت پر علم کا نغمہ چھیڑنا مناسب نہ ہوگا بلکہ محبت کی تاریں چھیڑنا ہی مناسب ہوگا“۔

ایک انگریز رائیٹر کا حوالہ دیتے ہوئے شاہ جی نے بات شروع کی کہ ایک انگریز رائیٹر لکھتا ہے کہ ”میری عادت ہے کہ مسلمانوں کے گرینڈ و گریٹ سینٹ علی (علیہ السلام) کو بہت پڑھتا ہوں کیونکہ ان کے اقوال سے راہنمائی ملتی ہے، ضمیر روشن ہوتا ہے۔ ایک دن میں نے سوشل میڈیا پر ایک تصویر دیکھی جس میں دو کھڑکیاں دکھائی گئیں ایک پر تحریر تھا Unpleasant Truth یعنی ناخوشگوار سچائیوں کا راستہ جبکہ دوسری پر تحریر تھا Comfortable Lias مزیدار جھوٹ۔

انگریز رائٹر لکھتا ہے کہ مجھے نہایت افسوس ہوا کہ پہلی کھڑکی جو سچائی کا راستہ تھا اس پر کوئی نہیں جا رہا جبکہ دوسری جو جھوٹ کا راستہ تھا اس پر سبھی لوگ جا رہے تھے۔ مجھے سخت افسوس ہوا، میں اداس ہو گیا کہ دنیا کو کیا ہو گیا ہے، یہ جھوٹ کی عاشق ہے، لوگ جھوٹ بولتے ہیں، حتیٰ کہ حکومت کے بانی جھوٹ بولتے ہیں۔

وہ انگریزی رائٹر کہتا ہے:

مجھے مسلمانوں کے علی کی بات یاد آئی جنھوں نے کہا ہے کہ:

The Truth that hurts is better than lias

یعنی سچائی تکلیف دہ بھی ہو تو اچھی ہوا کرتی ہے۔

اس واقعہ پر شاہ جی نے تبصرہ کرتے ہوئے دو جملے کہے کہ: ”Pleasant Truth“ کا دروازہ صدیق اکبرؓ کا دروازہ ہے قرآن میں فرمایا:

والذی جآء بالصدق و صدق بہ

حضور ﷺ سچائی لے کر آئے اور حضرت صدیق نے اس سچائی کی تصدیق کی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے سچائی کا گلدستہ لے لیا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اصل نام ”عبداللہ“ ہے گویا علم ہوا کہ اعلان نبوت سے قبل بھی کچھ لوگ عبداللہ تھے۔

صحابہ کرام کا ذکر کرتے ہوئے شاہ جی نے عقیدہ بتایا کہ سب صحابہ و اہل بیت تربیت رسالت کے شاہکار ہیں ان سب میں محمد عربی کی خوشبو نظر آتی ہے۔

جو ابو بکر کو چھوٹا کہے گویا تربیت رسالت کا انکار کرتا ہے۔

اس بات کو سمجھانے کے لیے شاہ جی نے اپنے پیارے اور لاڈلے شاگرد مفتی لیاقت نقشبندی کی مثال پیش کی کہ اگر کوئی مفتی لیاقت کو برا کہے تو مجھے برا لگے گا کہ گویا اس نے مجھے ہی برا کہا ہے اس لیے کہ مفتی لیاقت میرا شاگرد ہے۔

لہٰذا مسلمان کسی طور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ یا دیگر صحابہ کو برا نہیں کہہ سکتا کہ یہ سب شاہکار رسالت ہیں۔

ایک مزید انگریزی مقولہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شاہ جی نے فرمایا کہ انگریزی کہاوت ہے:

”موازنہ زخمی کیا کرتا ہے جبکہ محبت کی نظر سے دیکھنا زخموں پر مرہم رکھ دینا ہوا کرتا ہے“۔

انگریزی کے اس مقولہ سے شاہ جی پھر حضور ﷺ کے صحابہ کی طرف محو پرواز ہوئے اور فرمایا:

”حضور ﷺ کے دربار گہر بار میں جس کو دیکھو سوہنا نظر آتا ہے، یہ آئینہ والضحیٰ کا چہرہ ہے جب سامنے آتا ہے تو سوہنا لگنے لگ جاتا ہے“۔

عقیدۂ اہل سنت بیان کرتے ہوئے شاہ جی ارشاد فرمایا:

”ہم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سیلوٹ کرتے ہیں اس لیے کہ انہیں حضور ﷺ نے مصلے پر کھڑا کیا۔ اگر ہمارے امام کے کپڑوں پر کوئی تنقید کرے تو ہم سے برداشت نہیں ہوتی تو جس کو حضور ﷺ امام بنائیں اس پر تنقید کیسے برداشت ہو سکتی ہے“۔

شاہ جی نے اپنی گفتگو میں بتایا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دو سال تین مہینے اور دس دن حکومت فرمائی۔ آپ جب خلیفہ بنے تو تین قبائل نے بغاوت کر دی اور پیغام بھیجے ہم نماز تو پڑھیں گے لیکن زکوٰۃ ادا نہیں کریں گے، تو اس وقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت مولا علی و حضرت عمرو حضرت زبیر و چند دیگر کبار صحابہ رضوان اللہ اجمعین کو بلایا۔ بعد از مشورہ فرمایا کہ میں نماز اور زکوٰۃ میں فرق نہیں ڈالنے دوں گا۔ حضور ﷺ کے زمانہ میں جو لوگ رسی بھی دیتے تھے اگر مجھے رسی بھی نہ دی تو ان سے قتال کروں گا۔ تو اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ جہاد کا جذبہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے فیصلے نے پیدا کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ مدینہ شریف کی حفاظت کریں کہ آپ کے ہوتے کوئی دشمن مدینہ کی طرف بری نظر سے دیکھ نہیں سکتا۔

کتابت وحی پر آجکل بھی ایک قیامت برپا ہے بہت سے ذہنوں میں یہ سوال تھا کہ کیا حضرت امیر معاویہ کاتب وحی ہیں یا نہیں تو شاہ جی قبلہ نے ایک ہی جملہ میں اپنا عقیدہ بھی بیان کر دیا اور لوگوں کے ذہن سے سوال کی کوفت بھی دور کر دی۔

آپ نے وحی کی کتابت کرنے والوں کے بارے میں فرمایا کہ حضور ﷺ کے گرد پڑھے لکھے لوگ تھے چاروں خلفاء پڑھے لکھے تھے۔ کُل 43 لوگوں نے وحی کی کتابت کی ہے جن میں امیر معاویہ بھی شامل ہیں پھر

آپ نے ''سبل الرشاد'' کے حوالے سے فرمایا کہ ان 43 لوگوں میں سے تین بندے مرتد بھی ہو گئے تھے جن میں سے ایک عبداللہ بن ابی سرح تھے جو مرتد ہونے کے بعد حضرت عثمان غنیؓ کی سفارش سے حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور معافی مانگ کر دوبارہ مسلمان ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ نے شاہ جی کو نسباً بھی جو اونچائی عطا کی ہے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص نے مرید ہوتے ہوئے گارنٹی مانگی کہ آپ آخرت کی کامیابی کی ضمانت دے دیں تو شاہ جی نے فرمایا کہ میرے آباء بہت اونچے ہیں تو اپنی آخرت سے بے غم ہو جا۔

گویا شاہ جی نے سلسلہ کی اہمیت کو اجاگر کیا اور اپنے آپ کو پھر حسب سابق عاجز و مسکین ہی قرار دیا اور ساری فضیلتیں بزرگوں سے جوڑ دیں۔ حالانکہ شاہ جی خود بہت اونچے ہیں اور اونچوں کی نسبتیں رکھنے والے ہیں۔

حضرت نبی کریم ﷺ کی ایک حدیث کا مفہوم بیان کرتے ہوئے شاہ جی نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ جو کچھ اللہ نے میرے دل میں ڈالا ہے میں نے ابوبکر کے دل میں ڈال دیا اسی وجہ سے حضرت ابوبکر صدیق جب بھی حضرت علیؓ کے گھر کے سامنے سے گزرتے تو ٹھہر جاتے کسی کے پوچھنے پر فرمایا کہ حضور ﷺ کے دل میں اللہ نے فاطمہ و علی کی محبت بھی تو ڈالی تھی یہ اسی محبت کا نتیجہ ہے کہ میں علی کے گھر سے گزرتے ہوئے ٹھہر جاتا ہوں۔

حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کی آپس میں رشتہ داری و محبت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اسماء بنت عمیس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نکاح ہوا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت محمد بن ابوبکر کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہی پالا تھا۔ حضرت اسماء بنت عمیس فرمایا کرتی تھیں کہ مصیبتوں میں صبر کرنے والے تو صرف ابوبکر یا علی ہی دیکھے ہیں۔

ان باتوں سے شاہ جی نے اپنے سننے والوں کو نتیجتاً عقیدہ عطا کیا کہ لوگو! ''ابوبکر و علی کا موازنہ کیسے کر سکتے ہو جبکہ تم ان کی شان جانتے ہی نہیں''۔

حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی شان میں ارشاد فرمایا ہے: ابوبکر میری امت پر بہت رحیم ہیں، رحم کرنے والے ہیں۔

اس کانفرنس کا سبق اور میسیج دیتے ہوئے شاہ جی نے آخر میں ارشاد فرمایا کہ آل و اصحاب نبی کی روشنی لے کر دنیا کی تقدیر تبدیل کرو اور پوری دنیا میں خلافت راشدہ کی روشنی کی عظمت بیان کرو۔ خود بھی جمالیاتی بنو اور دوسروں کو بھی جمالیاتی بناؤ۔ یہ سب شاہکار رسالت ہیں۔

کانفرنس میں حافظ شیخ محمد قاسم، علامہ مفتی لیاقت نقشبندی، مفتی رضوان انجم، علامہ رضوان یوسف، علامہ حسنات احمد مرتضیٰ، علامہ اسلم سالم، و دیگر نے شرکت کی۔

بقیہ ''حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ''

آپ کا فیض برصغیر کے گوشے گوشے میں پہنچا اور دور ہو یا نزدیک آپ کی خوشبو سے مہک اٹھا اور یہ مہک آج بھی برقرار ہے۔ آپ نے بنفسِ نفیس لاکھوں بندگان خدا کو فیض یاب کیا گویا آپ کی ذات اقدس روحانیت کا ایسا ابر کرم تھی جو کفر و الحاد کی بنجر اور پتھریلی زمینوں پر ٹوٹ کر برسی اور ایسی برسی کہ ویران اور اجڑے ہوئے دلوں کی ویران بستیوں کو سدا بہار کر دیا۔ آپ اللہ کے مقبول بندے اور حضور پاک ﷺ کے نور نظر ہیں آپ وہ عظیم بزرگ ہیں جن کے دل پر ہر لحظہ خوف الٰہی کا ہر دم غلبہ رہتا خوف خدا کی وجہ سے آپ کی رات کا زیادہ تر حصہ عبادت و ریاضت میں بسر ہوتا۔ آپ نے دین اسلام کی ایسی شمع روشن کی کہ کفر شرک کی تاریکی میں گھرے ہوئے لوگوں نے اپنے تاریک دلوں کو روشن کیا آپ نے کروڑوں کے سامنے دین کی دعوت حق دی لاکھوں انسان حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ جن لوگوں نے براہ راست آپ سے فیض پایا ان کا شمار ناممکن ہے۔ آپ کے خاص مریدوں میں حضرت قطب الدین بختیار کاکی کا نام سرفہرست ہے جو اپنے مرشد ہی کی زندگی میں مقبول عام و خاص ہوئے۔ آپ کے دربار عالیہ میں حاضری دینے والوں میں جہاں شہاب الدین غوری، شمس الدین التمش، محمود خلجی، شیر شاہ سوری، جلال الدین اکبر، جہانگیر، شاہ جہاں، اورنگ زیب عالم گیر اور بہادر شاہ ظفر جیسے بادشاہوں کے نام تاریخ میں ملتے ہیں وہیں خواجہ فرید الدین گنج شکر، بوعلی قلندر، بدیع الدین مدار، شیخ سلیم چشتی، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی اور دیگر اپنے اپنے وقت کے جید علماء و مشائخ عظام شامل ہیں۔

سرزمین ہند میں بلاشبہ میرے لجپال خواجہ غریب نواز کا آستانہ دلوں کا مرکز عشق ہے جس کی زیارت کے لیے عشاق ان اولیاء کے قافلے ہر دور میں سفر کرتے رہے جہاں بلاتفریق سب کی گردنیں خم ہو جاتیں ہیں اللہ تعالیٰ نے خواجہ کی عمر میں بھی بڑی برکت ڈالی آپ نے 97 سال کی عمر میں 6 رجب 633ھ بمقام اجمیر وصال فرمایا۔ جس رات آپ کا وصال مبارک ہوا چند اولیاء اللہ نے حضور پاک ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ حضور ارشاد فرما رہے ہیں معین الدین حق تعالیٰ کا دوست ہے آج ہم اس کے استقبال کے لیے آئے ہیں جب آپ پردہ فرما چکے تو آپ کی پیشانی پر اللہ کی قدرت سے یہ الفاظ تحریر تھے ترجمہ! اللہ کا دوست اللہ سے جا ملا۔

اجمیر شریف میں خواجہ کا روضۂ اقدس بندگان خدا کی عقیدت کا وہ مرکز ہے جہاں بڑے بڑے شہنشاہوں کی اکڑی ہوئی گردنیں بھی خم ہو جاتیں ہیں اور جن کے اختیار میں بظاہر کروڑوں انسانوں کی تقدیریں ہیں وہ بھی آپ کے در پر روتے ہوئے آتے ہیں اور جب ان کی واپسی ہوتی ہے تو ان کے چہروں پر خوشی کے نمایاں آثار پائے جاتے ہیں حقیقت یہی ہے کہ خواجہ غریب نواز کا برصغیر کے مسلمانوں پر بہت بڑا احسان ہے جس کو ہم فراموش نہیں کر سکتے اگر آپ کو ہندوستان کے مسلمانوں کا محسن کہا جائے تو ہرگز غلط نہ ہو گا۔ آپ نے اپنی نیک کرداری، پاکیزہ شخصیت اور حسن و اخلاق سے عوام کے دل جیت لیے اور کفر و شرک کا خاتمہ کر کے اپنی تمام تر توانائیاں اسلام کے روحانی نظام اور تبلیغ اسلام کے لیے وقف کر دیں۔

کروڑوں مسلمان ہر سال 6 رجب کو دنیا کے ہر کونے میں آپ کا عرس پاک نہایت عقیدت و احترام سے مناتے ہیں آپ کی بارگاہ میں ہدیۂ عقیدت کا نذرانہ پیش کرتے ہیں ایصال ثواب کے لیے نیاز و فاتحہ محافل ذکر و میلاد کا اہتمام کرتے ہیں۔ آپ کا مزار پُرانوار اس مادہ پرستی کے دور میں بھی سکون و طمانیت کے طالبین کے لیے مژدۂ جانفزا ہے۔ خوش نصیب آپ کے مزار پاک پر حاضری دیتے ہیں اور اپنا دامن مرادوں سے بھر کر واپس لوٹتے ہیں۔ آج کے اس پُرفتن اور دہشت گردی کے زمانے میں اگر امن چاہتے ہو تو خواجہ کے آستانے سے اپنی نسبتوں کو مضبوط کر لو میں آپ کو دعوت فکر دیتا ہوں ان کی نسبت سے آپ دنیا میں بھی رسوا نہیں ہوں گے اور آخرت میں تو کرم کی بہار ہو گی۔ اللہ ہمیں ان بزرگان دین کی سیرت و کردار کو سمجھ کر اپنی زندگیاں اسی راستے ہر گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ میرے پاک وطن پاکستان کو ہمیشہ سلامت با کرامت اور اپنی حفظ و امان میں رکھے آمین۔